ماھنامہ

المرشد

چکوال

اللہ
محمد
رسول

جولائی
2004ء

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

غربت

بیروزگاری

دہشت گردی

عدم تحفظ

ناانصافی

رشوت

مہنگائی

ہسپتالوں کی حالت زار

ملاوٹ

عوام کو سیاسی جوڑ توڑ اور چہروں کی تبدیلی سے کوئی دلچسپی نہیں .... وہ

بنیادی ضروریات کی فراہمی ___ اور ___ مسائل کا حل چاہتے ہیں

المُرشد

ماہنامہ چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جولائی 2004ء جمادی الاول/ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ

جلد نمبر 25 ✻ شمارہ نمبر 12

مدیر

چودھری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر : ضمیر حیدر

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آوٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- درود وسلام	امیر محمد اکرم اعوان	4
3- بلاسودی نظام معیشت	امیر محمد اکرم اعوان	11
4- نبوت کا مقصد	امیر محمد اکرم اعوان	18
5- اطمینان قلب کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	29
6- وصال باری کا ذریعہ......	امیر محمد اکرم اعوان	34
7- قرآن وسنت علم کا سرچشمہ	امیر محمد اکرم اعوان	39
8- غلبہ اسلام کیلئے شرط	امیر محمد اکرم اعوان	41
9- مولانا اکرم اعوان کیوں خاموش ہیں؟	غیاث الدین جانباز	48
10- مولانا اکرم اعوان کیسے خاموش ہیں؟	آسیہ اسد اعوان	49
11- ایک خط کا بصیرت افروز جواب	پروفیسر حافظ عبدالرزاق	52
12- ڈیپریشن کا علاج	پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف چوہدری	54

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت اسری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ــ لاہور 042-6314365 | ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد۔فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔فون 042-5182727

نصر من اللہ و فتح قریب

آج کے زمانے میں ہمارے ذہن میں نصر من اللہ و فتح قریب کا جو مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ تم رب رب کرو، دعائیں کرو، دیگیں پکاؤ، ختم پڑھاؤ، چلے لگاؤ، وظیفے پڑھو، مراقبے کرو، تہجد پڑھو تو اللہ کی مدد آئے گی اور تمہیں فتح ہو جائے گی، جو کام کرنا چاہتے ہو وہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس نصرت الٰہیہ کو ہم آپ ﷺ کے متعین کردہ مفہوم میں تلاش کریں تو اس آیہ کریمہ میں درس یہ ہے کہ میدان کارزار میں کفر و شرکت کے مقابلے میں ظلم و جور کے مقابلے میں جو وسائل اللہ نے تجھے دیئے ہیں، انہیں تو سر میدان لے جا اور اپنے آپ کو لوگوں پر مسلط کرنے کے لئے نہیں، کسی کا مال لوٹنے کے لئے نہیں، اپنی شہرت کے لئے نہیں، کسی دنیوی مقصد کے لئے نہیں، احقاق حق کے لئے، ابطال باطل کے لئے، ظلم کو مٹانے کے لئے اور کفر و شرک کے سامنے بند باندھنے کے لئے تو اپنے وسائل لے جا، پھر یہ اللہ کے ذمے ہے کہ وہ تیری مدد کرے اور اس بات کی فکر چھوڑ دے کہ تو تنہا ہے، تو تنہا نہیں ہے، تیرے ساتھ اللہ کی مدد ہے اور تیری شکست کا کوئی گمان نہیں آ سکتا۔ اللہ کو زیب نہیں دیتا کہ تو سر میدان شکست کھا جائے، فتح تیرا مقدر ہے، تیرا حصہ ہے اور اگر کہیں شکست ہوئی، ہزیمت ہوئی، تو یاد رکھنا یا تو نے وسائل میں کمی کی ہوگی یا تیرے خلوص میں کمی ہوگی، یا تیرے ارادوں میں کہیں کوئی ایسی جھول ہوگی کہ اس پر کامل نصرت الٰہیہ وارد نہیں ہوئی۔

"امیر محمد اکرم اعوان"

ماخوذ از "تعلیمات و برکاتِ نبوت ﷺ"

منجانب پروپرائیٹر:- اویسی ایڈورٹائزنگ نیشنل ہوٹل نزد لاری اڈہ سرگودھا روڈ فیصل آباد

فون 787594

موبائل 0300-6649433

اداریہ: چہروں کی تبدیلی مسائل کا حل نہیں ہے

خبر نما، افواہیں ہیں کہ ''جمالی'' جا رہا ہے.......... فلاں آ رہا ہے۔ عوام حیران ہیں اور پریشان بھی کہ یہ کیا تماشا ہے!! کیا انہیں پھر بے وقوف بنایا جا رہا ہے..........! عوام کو بھلا چہروں کی تبدیلی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے! وہ بے چارے تو بنیادی سہولتوں کیلئے ترس رہے ہیں اور ان پر عرصہ حیات تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ عملاً صورت حال یہ ہے کہ

ملک ہے مگر.......... شناخت نہیں۔ عدالتیں ہیں مگر.......... انصاف نہیں

پولیس ہے مگر.......... حفاظت نہیں ہسپتال ہیں مگر.......... علاج نہیں

مسجدیں ہیں مگر.......... امن نہیں عالم ہیں مگر.......... عمل نہیں

سکول ہیں مگر.......... تعلیم نہیں ظالم ہیں مگر.......... پکڑ نہیں

خدارا! یہ آنے جانے کا تماشا بند کر کے عام آدمی کے متعلق سوچیں.......... اُن کے مسائل حل کریں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ بنیادی سہولتوں سے محروم اور مسائل میں جکڑے عوام اٹھ کھڑے ہوں۔ کیونکہ

ہے حقیقت اس کے دین کی احتسابِ کائنات

درود و سلام کا وظیفہ سب تکالیف سے نجات کا ذریعہ ہے

راحت ایک قلبی کیفیت کا نام ہے دکھ ایک قلبی کیفیت اور احساس کا نام ہے ایسے خوش نصیب جو شب و روز درود شریف پڑھتے رہتے ہیں اُن پر بظاہر دُکھ بھی آجائے اللہ کریم انہیں قوت برداشت بھی دے دیتا ہے اور اُن کا دل اُس دکھ کو محسوس نہیں کرتا دل پرسکون ہوتا ہے کہ انوارات وتجلیات باری ہوتے ہیں انوارات وبرکات محمد رسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں تو دل پرسکون ہوتا ہے اس لئے وہ بظاہر جو مصیبت ہوتی ہے اُس کا بگاڑ کچھ نہیں سکتی۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 30-4-04

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی o یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما o

ارشاد باری تعالیٰ ہے یقیناً اللہ کریم مسلسل رحمت اور سلامتی نازل فرماتا ہے اپنے رسول ﷺ پر اور اللہ کے فرشتے ہمیشہ اور مسلسل درود بھیجتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ پر اور اے وہ لوگو! جنہیں نورِ ایمان نصیب ہے۔ صلو علیہ وسلموا تسلیماً o آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجا کریں سلام بھیجا کریں اور اس قدر بھیجیں کہ صلوٰۃ والسلام بھیجنے کا حق ادا ہو جائے۔ اللہ جل شانہ رب العٰلمین ہے اور کائنات کی ہر شے اُس کی عطا کی محتاج ہے۔ انسان جو اشرف المخلوقات ہے ساری تخلیق باری میں بہترین تخلیق ہے وہ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ محتاج ہے اس لئے کہ اُس کی ضرورتیں دوسری مخلوق کی نسبت کہیں زیادہ ہیں۔ انسان کو ایسے عقل وشعور سے نوازا گیا اور ایسی ضروریات بھی اُس سے وابستہ کر دی گئیں جو اس شعوری مخلوق کو ہی زیبا تھیں۔ اور اُس کی ضرورتیں ہر لمحہ ہر آن بدلتی اور تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور خود انسان کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب جو کوئی چیز وہ اللہ کریم سے مانگ رہا ہے اگلے لمحے یہی کام دے گی یا اِس کے ساتھ کچھ اور مانگنا پڑ جائے گا۔ آنے والے لمحے کونسی ضرورت پیش آ جائے گی اور

انسان کو ایسے عقل وشعور سے نوازا گیا اور ایسی ضروریات بھی اُس سے وابستہ کر دی گئیں جو اس شعوری مخلوق کو ہی زیبا تھیں۔

ضرورتوں میں کونسی اہم تبدیلی آ جائے گی۔ تبدیلی کا یہ تسلسل اس قدر ہے کہ ہر دم اور ہر آن انسان کی سوچیں بدلتی ہیں خیالات بدلتے ہیں حالات بدلتے ہیں کبھی پانی کی ضرورت ہے تو دوسرے لمحے کھانے کی احتیاج ہے پوری ہو گئی تو شاید دوا کی ضرورت پڑ جائے ممکن ہے اچانک سفر کی ضرورت پڑ جائے کچھ بیچنا پڑ جائے کچھ خریدنا پڑ جائے۔ یعنی ضرورتوں کی فہرست اتنی لمبی ہے کہ آدمی اُسے گن نہیں سکتا اور بے شمار ضرورتیں ایسی ہیں جو ہمارے علم اور ہماری توقع کے برعکس اچانک نمودار ہو جاتی ہیں۔ اب ان ساری ضرورتوں کا رُخ اللہ ہی کی طرف ہے اور وہی ایک ہستی ایسی ہے جو رب العٰلمین ہے ساری کائنات کا پروردگار ہے اور سب کی ضرورتیں پوری کرنا اُس کو زیبا ہے، وہی ایک ایسی ہستی ہے جو ہماری ہر ضرورت پوری فرما رہی ہے اور فرما سکتی ہے۔ نہ اُس کے خزانوں میں کمی ہے نہ اُس کی قدرت کاملہ کسی کی محتاج ہے اور یہ ایک عجیب سماں ہے کہ انسان کیا مانگے، کب مانگے، کتنا مانگے، جو اُس کی ضرورت کے لئے کافی ہو، یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اُسے خود پتہ ہی نہیں کہ اُسے کس چیز کی کتنی ضرورت ہے اُسے یہ نہیں پتہ کہ اُس کی زندگی کے لمحات کتنے باقی ہیں، اُسے مزید کتنے دن یہاں رہنا ہے، کتنے دن، کتنے مہینے، کتنے برس رہنا ہے، اُسے یہ نہیں پتہ کہ اگلا ہی لمحہ اُس کا یہاں سے رخصتی کا ہو گا اور جب یہاں سے نکلے

گا تو ضرورتیں یکسر بدل جائیں گی پھر اُسے اس عالم کا کپڑا یا دانہ پانی یا اس عالم کی کسی مدد یا امداد یا کسی گھر یا مکان یا کسی دوستی یا رشتے کی ضرورت نہیں رہے گی چونکہ وہ اس عالم سے دوسرے عالم میں چلا جائے گا تو ضرورتیں بھی دوسری طرح کی پیش آ جائیں گی۔ وہاں کا مقام وہاں کی آب وہوا' وہاں کی بھوک وہاں کی پیاس' وہاں کا لباس' وہاں پر نجات' وہاں پر اللہ کریم کے غضب سے حفاظت' وہاں پر رحم وکرم کا سہارا' بخشش الٰہی کا سہارا' یہ ساری ضرورتیں یکسر بدل جائیں گی اور ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ اگلے ہی لمحے ہم اُس عالم میں ہوں۔

تو دعا حاصل ہے تمام عبادتوں کا' نبی کریم ﷺ نے فرمایا الدُعا مخ العبادۃ۔ تمام عبادتوں کا حاصل' مغز دعا ہے۔ عبادت بندے کو اللہ کے روبرو کر دیتی ہے۔ عبادت بندے کے قلب کو صاف کر کے اُسے قرب الٰہی کا شعور واحساس دلاتی ہے اور جب وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے تو محتاج ہے ایک ذرے سے لیکر خود جمال باری تک ہر چیز مانگتا ہے ہر چیز کا طالب ہے تو ظاہر ہے کوئی ایسی دعا ہونی چاہئے جو جانی انجانی ضرورتوں کو پورا کر دے کوئی ایسی دعا ضرور ہونی چاہئے کہ جو اچانک نمودار ہونے والی ضرورتوں کو یا زندگی ختم ہو رہی ہے موت آ گئی ہے تو وہاں بھی ضرورت ہے رحمت الٰہی کی اللہ کے کرم کی کہ اللہ ایمان پہ ثابت قدم رکھے اور ایمان پہ موت نصیب ہو موت میں آسانی ہو اللہ کی رحمت دست گیری فرمائے اور مابعد الموت پیش آنے والے واقعات میں اللہ اپنی رحمت سے نوازے اور وہ سکرات الموت کی سختیاں اور قبر کے عذاب اور اُن سے نجات فرمائے۔ تو کہاں ایک بندہ جو کھانے پینے کو مانگ رہا تھا جو دوا یا بیماری سے نجات مانگ رہا تھا یا جو کسی عہدے یا حکومت کا طالب تھا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان وقت نزع زمین پہ لیٹ گیا' جائے نماز بچھا کر اور اُس کی

> اے وہ جس کی حکومت کو زوال نہیں اُس پر رحم فرما جس کی حکومت ختم ہو رہی ہے

موت کے واقعات لکھتے ہیں اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ دعا یہ کیا کر رہا تھا کہ اے وہ جس کی حکومت کو زوال نہیں اُس پر رحم فرما جس کی حکومت ختم ہو رہی ہے۔ یکسر ایک آدمی کے پاس ایک بہت بڑی ریاست ہے لاکھوں کے لشکر ہیں افواج ہیں خدام ہیں بادشاہ ہے لیکن بادشاہت آنِ واحد میں ختم ہوگئی۔ اور محض ایک مردہ وجود بن کر رہ گیا۔ وقت نزع پکار رہا تھا اُسے کہ جس کی بادشاہت کو زوال نہیں اُس پر رحم فرما جس کی بادشاہت ختم ہو رہی ہے۔

اب چونکہ انسان کو کوئی پتہ نہیں کہ میری کونسی ضرورت کب پیش آ جائے گی تو رب العٰلمین کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت کو ہر حال میں' ہر جگہ ہر وقت پورا فرمائے اس ضرورت کو بھی پورا فرما دیا کہ کیا دعا مانگی جائے۔ فرمایا ایک ایسی دعا ہے ایک ایسا کام ہے جو ہر وقت ہو رہا ہے اور ایسی دعا ہے جو ہمیشہ مقبول ہے کہ اللہ کریم خود ہر گھڑی ہر آن آقائے نامدار ﷺ پر باران رحمت فرما رہا ہے اللہ کے فرشتے اللہ سے صلوۃ اور رحمت اور اُس کے کرم کے طلبگار ہیں نزول رحمت کی دعا کرتے ہیں تم بھی اس بھیڑ میں شامل ہو جاؤ اور صلوۃ بھیجو میرے حبیب ﷺ پر سلام بھیجو میرے حبیب ﷺ پر تم بھی اُس کام میں لگ جاؤ جو من جانب اللہ ہو رہا ہے جس میں فرشتے لگے ہوئے ہیں تم بھی وہ کام شروع کر دو۔

صلوا علیہ وسلموا تسلیماo صلوٰۃ وسلام پڑھو درود شریف پڑھو اور اس طرح پڑھو کہ کوئی لمحہ تمہارا خالی نہ رہے زندگی کا ہر لمحہ درود بھیجنے والوں میں شامل رہو۔ ایک سب سے محفوظ ترین گوشہ جو ہے جو محبوبان بارگاہ الوہیت کا گوشہ ہے اُس میں چلے جاؤ۔

نبی رحمت ﷺ جلوہ افروز تھے ایک صحابی حاضر ہوئے اور کچھ وظائف کی اجازت چاہی جو تسبیحات جو وظیفہ جو تلاوت جو وہ کرتے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں اتنا وقت جو ہے وہ محض تسبیحات کے لئے اذکار کے لئے

مختص کرلیا ہے۔ اب جو وقت میں نے محض تسبیحات کے لئے دعاؤں کے لئے اللہ کی عظمت بیان کرنے کے لئے اور اپنی ضرورتیں پیش کرنے کے لئے اپنی بخشش مانگنے کے لئے جو وقت میں نے معین کیا ہے اُس کو میں نے اس طرح تقسیم کیا ہے کہ تین حصے تو میں باقی تسبیحات کرتا ہوں کچھ تلاوت کرتا ہوں کچھ تسبیحات کرتا ہوں اور ایک حصہ صرف درود شریف پڑھتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو درود بڑھالو زیادہ کرلو تو وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں آدھا وقت درود شریف کو دے دوں اور آدھا وقت باقی ذکر اذکار کرلیا کروں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا چاہو تو اور بڑھا لو اُس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھر میں ایسا کرتا ہوں کہ چوتھائی وقت باقی تسبیحات کے لئے رکھتا ہوں اور تین حصے اُس وقت کے جو ہیں وہ درود شریف کے لئے رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا چاہو تو اس سے بھی بڑھا لو اُس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھر میں سارا وقت درود شریف ہی نہ پڑھتا رہا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر ایسا کرلو تو دنیا اور آخرت کی کوئی چیز ایسی نہیں جو تم نے اللہ سے مانگ نہ لی ہو اور دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت ایسی نہیں جس کا مداوا تم نے کر نہ لیا ہو۔ دنیا اور آخرت کی کوئی احتیاج ایسی نہیں جس کے لئے تمہیں اللہ کا کرم نصیب نہ ہو جائے۔ گرچہ فضائل اعمال میں تو ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہوتی ہیں لیکن یہ صحیح حدیث شریف ہے اور افضل ترین دعا یعنی انسان جس کے لمحات بدلتے ہیں ضرورتیں بدلتی ہیں جسے خود پتہ نہیں آنے والے لمحے میں کیا ہوگا اگر وہ اپنے اوقات کو آقائے نامدار ﷺ پر درود شریف بھیجنے میں مصروف کر لے تو گویا اُس نے سب کچھ مانگ لیا۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

یعنی درود شریف ایسی جامع ایسی کامل اور ایسی مکمل دعا ہے کہ اگر نصیب ہو جائے تو

درود شریف ایسی جامع ایسی کامل اور ایسی مکمل دعا ہے کہ اگر نصیب ہو جائے تو کسی دعا کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

کسی دعا کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور بندے کو ایک خاص زمرے میں لے جاتی ہے ایک خاص مقام پر پہنچا دیتی ہے ایک خاص جہان میں لے جاتی ہے۔ جس جہان میں نور ہی نور ہے رحمت ہی رحمت ہے بخشش ہی بخشش ہے کرم ہی کرم ہے۔

یا رب تو کریمی ورسولِ تو کریم
اے اللہ تو ہی کرم کرنے والا ہے تیرا نبی علیہ الصلوۃ والسلام بھی کرم کا سمندر ہے۔

یا رب تو کریمی ورسولؐ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

تیرا کتنا احسان ہے کہ ہم دو کریموں کے درمیان آ گئے ہیں ایک طرف تیری ذات ہے ایک طرف تیرے حبیب ﷺ کا کرم ہے اور درمیان میں ہم ہیں ہر طرف سے ہم پہ تو باران رحمت نعمتوں کا نزول اور راحتوں اور آسائشوں کی بارش ہورہی ہے۔

جہاں تک بات راحت و آسائش کی ہے ایک بات یقین سے جان لیں کہ یہ عالم یہ دنیا جنت نہیں ہے اور جہاں کوئی دکھ نہیں ہوگا وہ جنت ہے یہ جنت کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہاں کسی کو کوئی پریشانی کسی کو کوئی تکلیف کسی کو کوئی دکھ نہیں ہوگا۔ اب اگر آدمی اس دنیا میں بیٹھ کر چاہے کہ اُسے کوئی پریشانی کوئی بیماری کوئی تکلیف کوئی دکھ نہ آئے تو بڑی سادگی کی بات ہے اُس کی بھلا اس عالم میں تو جنت ایک ہی ہستی کے لئے اُتاری گئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان روضۃ من ریاض الجنتہ۔ یہ ٹکڑا زمین ہے یہ جنت سے یہاں لایا گیا ہے۔ حجرہ مبارک جنت کا حصہ ہے حجرہ مبارک سے لیکر آقائے نامدار ﷺ کے منبر شریف تک جہاں آج بھی حاجی بڑے ذوق سے نوافل ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جس کا نام ہی ریاض الجنتہ ہے۔ جس کی نشان دہی مسجد نبوی ﷺ میں موجود ہے۔ یہ وہ خطہ زمین ہے جو ایک ہستی کی رہائش کے لئے ایک ہستی کے آرام کے لئے ایک ہستی کے قیام کے لئے جنت سے زمین پہ اُتارا گیا۔ دوسرا اس

جہان میں کوئی نہیں ہے، جس کے لئے جنت سے فضایا جنت سے غذا یا جنت سے کوئی ٹکڑا اُتارا گیا ہو اور یہ اکیلی فضیلت ہے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ میں نے وہاں اس زمانے میں بھی بڑی عجیب بات دیکھی ہے اور جو لوگ جب مسجد نبوی ﷺ کی جو اضافی تعمیرات ہو رہی تھیں جب اُن کی بنیادیں کھودی جارہی تھیں تو جو لوگ جو اُس وقت وہاں جنہیں حاضری نصیب ہوئی انہوں نے بھی دیکھا ضرور ہوگا شاید غور فرمایا یا نہیں فرمایا یہ الگ بات ہے بڑی بڑی بھاری مشینیں لگی ہوئی تھیں اور کئی کئی ٹن وزنی وہ لوہے کے ہتھوڑے سے بنے ہوئے تھے جو زمین کی کھدائی کے لئے وہ بڑے بڑے لوہے کے پائپ زمین میں بہت نیچے تک اتارے گئے اور وہ مشینیں اوپر سے انہیں ہیمرنگ کر رہی تھیں وہ رسے سے ہوتا تھا وہ بہت اونچے لگے ہوئے اوپر کھینچ لیتے پھر اُوپر سے چھوڑ دیتے زور سے اُس کے اوپر پڑتا۔ تو مدینہ منورہ سارے شہر میں وہ ٹھکا ٹھک ٹھکا ٹھک گونجتی تھی رات دن بڑا شور ہوتا تھا اور اگر آپ مسجد حاضری کے لئے جاتے ہیں تو پھر مکانوں کی بھیڑ اور بازاروں کی بھیڑ سے آگے نکلیں تو ایک دوسرے سے بات کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور درمیان میں مسجد نبوی شریف تھی اور چاروں طرف یہ ہنگامہ تھا اگر آپ نے نوٹ فرمایا ہو۔ میں نے بڑے غور سے دیکھا۔ مسجد نبوی ﷺ کے دروازے سے اندر ہو جائیں شور کوئی نہیں۔ جبی اللہ کی طرف سے یہ تحفظ حاصل تھا کہ مسجد کے اندر چلے جائیں اور ریاض الجنتہ میں چلے جائیں تو خیر وہاں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ کو کوئی باہر کی آواز آئے۔ اب تو ایئر کنڈیشنڈ بہت ہو گئے ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب یہ نہیں تھے تب بھی ریاض الجنتہ میں بیٹھیں تو نہ گرمی ہوتی تھی نہ حبس ہوتا تھا خوشگوار ہوا چلتی تھی اور سردیاں بھی آتی تھیں تو آپ ریاض الجنتہ میں چلے جائیں وہاں کا وہی خوشگوار موسم

> تو جس طرح ہر آفت ہر مصیبت سے تحفظ ریاض الجنتہ میں نصیب ہوتا ہے دنیا کے کسی گوشے میں بیٹھا ہوا بھی جب مسلسل درود شریف پڑھتا چلا جاتا ہے تو وہی تحفظ اُسے نصیب ہو جاتا ہے۔

ہوتا تھا گرمی میں بھی سردی میں بھی آج بھی ویسا ہی ہے آج کے ایئر کنڈیشنڈ بھی نہ اُسے سرد کرتے ہیں نہ وہ اُس سے گرم ہوتا ہے۔ تو یہ تو اعجاز تھا نبی کریم ﷺ کا کہ جن کے آرام کے لئے جن کے قیام کے لئے ایک ٹکڑا جنت سے اُتارا گیا۔ اب زمین پہ کچھ بھی ہو جائے اب اُس کا شور جنت میں تو نہیں جائے گا۔ اور یہ بات خود میں نے میں اِس کا گواہ ہوں۔ بحمد اللہ۔ میں نے خود نوٹ کی کہ کتنا ہنگامہ ہے باہر مشینوں کا اور وہ رات دن چلتی تھیں لیکن اندر سکون تھا خاموشی تھی کوئی آواز حد پار کر کے اندر نہیں آتی تھی۔

تو دنیا میں اگر بندہ سوچے کہ یہ سکون مجھے کسی اور جگہ مل جائے تو یہ ممکن نہیں ہے۔

دنیا جنت نہیں ہے ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بسیرا ہی وہیں کر لے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے بسیرا ہی وہیں کر لے ریاض الجنتہ ہی میں بس جائے تو پھر کوئی پریشانی کوئی بیماری کوئی تکلیف کوئی دکھ کوئی کسی کا رعب کوئی کسی کا دبدبہ کوئی کسی طرح کی تکلیف وہاں اُسے نہیں ہوگی۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ کون رہنے دے گا اُسے وہاں؟ اور کتنی مخلوق سما جائے گی وہاں؟ وہ تو سب کا حق ہے ہر مسلمان کلمہ گو یہ چاہتا ہے کہ چند لمحے اُسے وہاں نصیب ہو جائیں۔ تو پھر ایک اور طریقہ کرے۔ اپنے سینے کو ریاض الجنتہ بنالے۔

یا قلب مدینے یا پہنچے یا دل میں مدینہ آجائے

پھر دوسرا طریقہ یہ کرے کہ اپنے دل کو مدینہ بنالے مدینہ نہیں ریاض الجنتہ بنالے روضہ اطہر ﷺ بنالے۔ حجرہ نبوی ﷺ بنالے اور اُسکا ایک ہی طریقہ ہے جو خدائے قدوس نے بتا دیا کہ

یا ایھا الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماo اپنی زبان کو اپنی سانسوں کو اپنے شعور کو اپنے وجود کو اپنی ذات کو ہر لمحہ صلوٰۃ والسلام سے مزین رکھو۔ حدیث شریف میں آتا ہے رب جلیل نے کچھ فرشتے جو ہیں اُن کی یہ ذمہ داری لگادی ہے کہ جہاں کوئی آقائے نامدار ﷺ پر درود شریف پڑھے اُن کی ذمہ داری ہے کہ وہ درود شریف لے کر بارگاہ عالی

میں پیش ہوں سجا سنوار کر جنت کے تشت میں رکھ کر جنت کے پھولوں سے اور جنت کے رومالوں سے ڈھانپ کر حضور نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کریں اور بتائیں کہ فلاں بندہ اس نام کا فلاں کا بیٹا آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود بھیج رہا ہے صرف اس ایک بات پہ اس ایک بات سے اندازہ کر لیجئے کہ درود شریف پڑھنے والے کا کتنا مقام ہے کہ وہاں نہیں ہے پر اُس کا ذکر تو وہاں ہوتا ہے۔ اور کسی کا ذکر بارگاہ عالی ﷺ میں ہو۔ اس سے بڑا مقام اس دنیا میں اُس کے لئے کیا ہے جو اللہ کے بندے جو مسلسل پڑھتے ہیں ایک تو نہیں ہے ایک فرشتے نے لیا دوسرا پڑھا دوسرا آ گیا تیسرا پڑھا' تیسرا آ گیا پھر وہ فرشتوں کی قطار بنتی جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پکڑاتے چلے جاتے ہیں کوئی ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہوں گے کہ جن کے حجرے سے لیکر روضہ اطہر ﷺ تک قطار بن جاتی ہوگی جو اتنا درود شریف پڑھتے ہوں گے کہ دنیا کے کسی خطے میں زمین کے کسی حصے میں بیٹھے ہیں لیکن وہاں سے لیکر روضہ اطہر ﷺ تک فرشتوں کی قطار بن گئی ہے جو ایک دوسرے کو پکڑاتے جاتے ہیں اور آگے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور ایک بندہ ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق جو اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے درودوں کے مطابق بیٹھا درود شریف پڑھ رہا ہے۔ اب یہ وہاں تو نہیں ہے ریاض الجنتہ میں تو نہیں ہے لیکن ریاض الجنتہ سے کٹا ہوا بھی نہیں ہے اس کا تعلق تو وہاں قائم ہے۔ تو جس طرح ہر آفت ہر مصیبت سے تحفظ ریاض الجنتہ میں نصیب ہوتا ہے دنیا کے کسی گوشے میں بیٹھا ہوا بھی جب مسلسل درود شریف پڑھتا چلا جاتا ہے تو وہی تحفظ اُسے نصیب ہو جاتا ہے۔

راحت ایک قلبی کیفیت کا نام ہے دکھ ایک قلبی کیفیت اور احساس کا نام ہے ایسے خوش

وہ آنکھیں جو عشق الٰہی میں روتی ہیں وہ آنکھیں جو وصال محمد رسول اللہ ﷺ کی طلبگار رہتی ہیں۔ اُن دلوں کو وہ سکون عطا کر دیا جاتا ہے کہ دنیاوی پریشانیاں اُنکا بگاڑ کچھ نہیں سکتیں۔

نصیب جو شب و روز درود شریف پڑھتے رہتے ہیں اُن پر بظاہر دُکھ بھی آ جائے اللہ کریم انہیں قوت برداشت بھی دے دیتا ہے اور اُن کا دل اُس دکھ کو محسوس نہیں کرتا دل پرسکون ہوتا ہے کہ انوارات وتجلیات باری ہوتے ہیں انوارات وبرکات محمد رسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں تو دل پرسکون ہوتا ہے اس لئے وہ بظاہر جو مصیبت ہوتی ہے اُس کا بگاڑ کچھ نہیں سکتی۔ دنیا میں تو دنیا کے موسم بدلیں گے صحت بدلے گی حالات بدلیں گے۔ امارت وغربت آئے گی کبھی روزی ملے گی کبھی تنگی آ جائے گی کبھی کسی دوست کا دکھ ہوگا کبھی عزیز کی پریشانی ہوگی۔ یہ ساری چیزیں چلتی رہتی ہیں لیکن وہ سینے وہ دل جو درود شریف سے روشن رہتے ہیں وہ زبانیں جو درود شریف سے تر رہتی ہیں۔ وہ آنکھیں جو عشق الٰہی میں روتی ہیں وہ آنکھیں جو وصال محمد رسول اللہ ﷺ کی طلبگار رہتی ہیں۔ اُن دلوں کو وہ سکون عطا کر دیا جاتا ہے کہ دنیاوی پریشانیاں اُنکا بگاڑ کچھ نہیں سکتیں۔

ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہے حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے اور آپ ﷺ رحمتہ للعلمین ہیں ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں جہاں تک اللہ کی خدائی ہے زمینوں میں آسمانوں میں اُس سے پرے جہاں تک اللہ کی کائنات ہے جتنے جہان ہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں ولادت باسعادت اور آپ ﷺ کے زمین کو اپنے قدم مبارک رکھنے کا شرف عطا کرنے کی برکات تو اُن کو بھی نصیب ہوئیں جن کو ایمان نصیب نہیں ہوا۔ لیکن آپ ﷺ کی ذاتی برکات کے حصول کی پہلی شرط ایمان ہے اور دوسرا آسان ذریعہ یہ ہے کہ ایمان نصیب ہو تو اپنے اوقات کو اپنی زبان کو اپنے الفاظ کو درود شریف سے مزین کر لیں پھر اُسے دنیا اور آخرت میں مانگنے کی حاجت نہیں رہ جائے گی یہ ایسی دعا ہے ایمان کو مضبوط کر دے گی۔ کردار کی اصلاح کر دے گی۔ رہا ہمارا وتیرہ کہ ہم خیر و برکت کے لئے ولادت باسعادت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ بہت سے زمانے ہم نے اپنے سامنے بدلتے دیکھے ہیں اس پون صدی میں کہ جلسے ہوتے تھے ولادت

باسعادت کے اور علما اور مشائخ عظام کو بلوایا جاتا تھا بڑے اہتمام ہوتے تھے۔ پھر لوگ بڑے مودب اور اہتمام سے بیٹھ کر آپ ﷺ کے فضائل آپ ﷺ کی برکات آپ ﷺ کے احکامات آپ ﷺ کے ارشادات سُنا کرتے تھے۔ وہ ہوتا تھا جلسہ میلاد النبی ﷺ پھر جلسے سے بات بڑھی ہمارے دیکھتے دیکھتے ہمارے سامنے کی بات ہے کہ جلسے سے بات جلوس کی شکل اختیار کر گئی پھر جلسے نہ رہے ضروری نہ رہا کہ اُس میں علماء حضرات ہوں یا نیک لوگ ہوں یا مشائخ عظام ہوں بلکہ اُس میں پھر جب جلوس ہوگا تو پھر لیڈر کی ضرورت ہوگی اور جس طرح کے لوگ ہوتے ہیں اُن میں اُس طرح کا جو سب سے زیادہ تگڑا بندہ ہو وہ لیڈر بن جاتا ہے اگر لوگ دیندار ہیں تو لیڈر بھی کوئی دیندار ہوگا اور اگر لوگ ہمارے جیسے ہیں تو لیڈر بھی ہم ہی میں سے کوئی بنے گا۔ پھر جس طرح کی پبلک جلسوں میں ہوتی ہے اُس طرح کے تو لیڈر بن گئے لیکن بہرحال جلوس میں بھی ایک حد تک اہتمام رہا کچھ پابندیاں رہیں۔ بے حیائی نہ ہو کسی کو ڈسٹرب نہ کیا جائے کسی کو پریشان نہ کیا جائے کسی کو تکلیف نہ ہو پھر یار لوگوں کو یہ پابندیاں بھی پسند نہ آئیں پھر جلوس سے جشن بن گیا۔ اب جشن ایک ایسی چیز ہے جس کو کوئی حد کوئی قید کوئی پابندی نہیں ہوتی جشن میں کوئی اُچھلے کودے؟ گائے ناچے؟ کھائے پیے؟ لڑے بھڑے؟ جو مرضی خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے کوئی بھاگے دوڑے کوئی لنگوٹی پہن لے یا کوئی کلہ باندھ لے کوئی عینک پہن لے یا کوئی جو بھی جس کا جی چاہے کرے خوشی کا اظہار ہے اور ہر ایک کا اپنا طریقہ ہے جو اُچھل کود اُس سے ہو سکتی ہے وہ کرے۔ اب ہم نے گذشتہ آٹھ دس سالوں سے جلوس کو جشن بنالیا۔ اب جشن میں تو کوئی قید نہیں آپ دیکھتے ہیں کیا کچھ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں یہ جشن وغیرہ سے تو شاید ہمیں سوائے گستاخی بے ادبی اور کسی طرح

یہاں عشق و محبت بھی دست بستہ حاضر ہوتے ہیں حدِ ادب میں رہتے ہیں اس بارگاہ میں کسی کو دیوانہ ہونے کی اجازت نہیں ہے ہر چیز پابند ہے

کی ناراضگی کے سوا شاید ہمیں کچھ حاصل نہ ہو۔ ہاں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر جب بھی کیا جائے جہاں بھی کیا جائے مبارک ہے لیکن

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر

آسمان کے نیچے ہے یہ ادب گاہ لیکن عرش سے بھی نازک تر ہے اس میں مجال دم زد نہیں، یہاں عشق و محبت بھی دست بستہ حاضر ہوتے ہیں حدِ ادب میں رہتے ہیں اس بارگاہ میں کسی کو دیوانہ ہونے کی اجازت نہیں ہے ہر چیز پابند ہے۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ الصدیقہؓ کی گود میں آرام فرما ہیں اُن کے سینے اطہر پر آپ ﷺ کا سر مبارک ہے اور دروازے سے صدا آتی ہے کہ میں حاضر ہو سکتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی صاحبزادی اکلوتی جو اُس وقت رہ گئی تھیں اور تین صاحبزادیوں کا وصال پہلے ہو چکا تھا انہوں نے ذرا ناراض ہو کر کہا کہ کون ہے؟ دیکھتا نہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت خراب ہے اور پھر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیٹا یہ تیرے باپ کا دروازہ ہے جس پر کھڑا یہ اجازت مانگ رہا ہے ورنہ اس نے دنیا میں کبھی کسی سے اجازت نہیں مانگی۔ یہ ملک الموت ہے یعنی جس بارگاہ کا یہ ادب ہو کہ ملک الموت بھی آئے تو حضوری کی اجازت لئے بغیر آگے بڑھنے کی جرات نہ کرے وہاں ماؤشما اُچھل کود کر کے اور رنگ برنگے جھنڈے لگا کر اور لاؤڈ سپیکر لگا کر اور ٹرک سے لیکر ٹریکٹر تک اور اونٹ سے لیکر گدھا گاڑی تک شامل کر کے یا رسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ ﷺ کرتے پھریں تو یہ کوئی شرعی طریقہ نہیں ہے۔ نہ اس میں کوئی ادب ہے نہ کہیں اس کی کوئی حد بندی ہے نہ اس کا کوئی طریقہ۔

ہاں، ذکر حبیب ﷺ پڑھو، ذکر آقائے نامدار ﷺ سنو، کہیں سے نہیں ملتا تو قرآن پڑھتے رہو سارا قرآن آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے عرض کیا گیا کہ ام المومنینؓ حضور اکرم ﷺ کے کچھ حالات اور آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ بیان فرمائیے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کان خلقهُ

القرآن. آپ ﷺ کے اخلاقات کریمہ قرآن کریم ہے۔ قرآن پڑھتے جاؤ تمہیں پتہ چلتا جائے گا۔ حضور ﷺ کیا کرتے تھے کیا نہیں کرتے تھے کس طرح ملتے تھے کس طرح نہیں چونکہ آپ ﷺ سارا وہی کرتے تھے جس کے کرنے کا قرآن نے حکم دیا ہے۔ اور جس سے قرآن نے روکا ہے وہ نہیں کرتے تھے اگر آپ قرآن پڑھو تو آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ ہی پڑھ رہے ہو۔

اور پھر اپنے اوقات کو درود شریف سے

> ذکر حبیب ﷺ پڑھو، ذکر آقائے نامدار ﷺ سنو، کہیں سے نہیں ملتا تو قرآن پڑھتے رہو سارا قرآن آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے

مزین کرلو کتنا آسان سا کتنا سہل سا نسخہ ہے کہ ایک بار بھی اگر درود شریف پڑھ لو تب بھی حاضری تو نصیب ہو جاتی ہے بات تو وہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ جن کے شب و روز درود شریف سے مزین رہتے ہیں۔ اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے ہمیں عظمت نبوی ﷺ سے آشنا کرے اور ہمیں آپ ﷺ کے ساتھ تعلق نسبت محبت اور آپ ﷺ پر درود ہمیشہ نصیب فرمائے۔ آمین

سالانہ اجتماع عام

دارالعرفان منارہ، چکوال

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دارالعرفان منارہ میں

2 جولائی 2004ء بروز جمعہ سے

سالانہ

اجتماع

شروع ہو رہا ہے

اجتماع 8 اگست 2004ء بروز اتوار تک جاری رہے گا

نوٹ۔ چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے۔

قارئین کرام زیادہ سے زیادہ شرکت فرما کر فیضیاب ہوں

بلاسودی نظامِ معیشت خوشحالی اور فلاح کا ضامن

سود جیسی عظیم لعنت سے اگر معاشرے کو چھٹکارا مل جائے تو آپ دیکھیں گے کہ بہت سی ایسی بُرائیاں جو محض حرام کھانے سے وجود میں آتی ھیں اور حرام کھانے والا جن کا مرتکب ہوتا ھے لوگ اس حرام سے بچیں گے تو اور بہت سی برائیوں سے از خود بچ جائیں گے۔ انسداد جرائم کا ایک بنیادی طریقہ یہ بھی ھے کہ لوگوں کو رزق حلال کے مواقع مہیا کئے جائیں۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 12-03-04

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

اللہ ولی الذینَ امنو یُخرجھُم من الظلمَتِ الی النورo

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ مومنوں کا ولی اور دوست ہے اور انہیں تاریکی اور اندھیرے سے نور اور روشنی کی طرف لاتا ہے۔ تقاضائے ایمان یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا عدم اتباع ترک ہوتا جائے اور اتباع رسالت ﷺ اور اللہ کی اطاعت نصیب ہوتی جائے حکومت نے جب تبدیلی نظام کی بات کی تھی تو الاخوان نے ایک ادنیٰ سی کوشش کی تھی کہ تبدیلی کے بارے اگر حکومت کو نظام بدلنا ہی ہے تو ہماری بات بھی سنی جائے اس پہ حکومت نے بات سنی مذاکرات ہوئے اور بات یہاں پہنچی کہ آپ کیا تبدیلی چاہتے ہیں اور کہاں سے شروع کی جائے جس پہ الاخوان کی طرف سے عرض کیا گیا تھا کہ بنیادی طور پر معاشی نظام کی اصلاح سے شروع کیا جائے اور معیشت میں چونکہ بنیادی حیثیت کسی بھی ملک میں اُس کے بینکنگ سسٹم کو ہوتی ہے اُس کے بینکاری نظام کو ہوتی ہے۔ اور ہمارا بینکاری نظام انگریز کے زمانے سے سود پر چلا آ رہا ہے۔ جو اسلام میں نہ صرف حرام ہے بلکہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ ہے اور اس کا نقصان یہ ہے کہ بینک سرمایہ تو عام آدمی کا لگاتا ہے اُس میں سرمایہ تو اہل وطن کا ہوتا ہے لیکن انہیں اُس سرمائے کی نسبت بہت کم سود ملتا ہے ایک تو اُس کے بدلے میں جو کچھ ملتا ہے وہ کم ہوتا ہے دوسرا وہ سود ہوتا ہے جو حرام ہے۔ تو سود کو ختم کر کے لوگوں کو بینک میں حصے دار بنایا جائے جتنے جس کے پیسے ہوں بینک جتنا روپیہ کماتا ہے اُن پیسوں سے اُس میں سے اپنے سروسز چارجز نکال کر باقی کو حصہ داروں پہ تقسیم کیا جائے۔

اس پہ شریعت کونسل میں بات گئی صدر مملکت اُس وقت رفیق تارڑ صاحب تھے وہ بھی تشریف لائے اُن اجلاسوں میں۔ وفاقی وزراء تشریف لائے بینکنگ کونسل کے حضرات اُس میں تشریف لائے اور بحث وتمحیص کے بعد ایک خاکہ بلاسودی بینکاری کا وجود میں آیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ حکومت نے اعلان بھی کر دیا تھا کہ آئندہ ساتلق مالی سال جو شروع ہوگا یکم جولائی سے وہ بلاسودی بینکاری سے شروع کیا جائے گا۔ حادثات زمانہ درمیان میں آئے۔ امریکہ کی فوجیں افغانستان پہ چڑھ دوڑیں اور ایک عجیب صورت حال بن گئی وہ ساری چیزیں جیسی تھیں ویسی رہ گئیں لیکن الحمدللہ کچھ دیر بعد سہی لیکن حکومت نے بلاسود بینکاری شروع کر دی۔ جو ایک بہت مثبت پیش رفت اور بہت جرات مندانہ اقدام ہے ہر حکومت کی محض مخالفت کرنا بھی ایک فیشن ہوگیا

ھر حکومت کی محض مخالفت کرنا بھی ایک فیشن ھو گیا ھے اچھے کام کی تائید کی جانی چاھئے۔

ہے۔ اچھے کام کی تائید کی جانی چاہیے۔ اب گورنر سٹیٹ بینک نے تمام بینکوں کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنا جو اُن کا نظام چل رہا ہے۔ وہ بھی چلائیں لیکن اُس کے ساتھ بغیر سود کے اور شراکت داری میں بھی اسلامی احکام کے مطابق بینک شروع کئے جائیں اور پہلا بینک جو پاکستان میں وجود میں آیا ہے گورنر سٹیٹ بینک کی اجازت سے اور حکومت کی اجازت سے اُس کا نام المیزان بینک اور یہ شروع ہو چکا ہے اور اُس میں سود نہیں ہے بلکہ جن لوگوں کا جتنا سرمایہ اُس میں ہوگا اُس پہ بینک جو کمائے گا اُس میں وہ شریک کھاتہ ہوں گے حصے دار ہوں گے اور انہیں منافع ملے گا۔

پاکستان کی چھپن سالہ تاریخ میں سود کی حالت یہ ہے کہ بینکوں نے گذشتہ نصف صدی میں سود سے اتنا کمایا نہیں ہے جتنے قرضے معاف کئے ہیں اس کے باوجود بینکوں کے پاس بڑا سرمایہ ہے ایک عام برانچ کے مینجر کے پاس گاڑی بھی ہے چھتیس چالیس چالیس ہزار اُن کی تنخواہیں اور ٹی۔ اے' ڈی۔ اے ملائیں تو پچاس ہزار سے اوپر چلے جاتے ہیں یہ بینک کہاں سے لیتا ہے بینک سرمایہ کاروں کے پیسے سے اپنے پراجیکٹ اور اپنے منصوبے چلاتا ہے جو اصل آمدن ہوتی ہے بینکوں کی۔ تو اب الحمدللہ جو نظام بلاسودی بینکنگ کا ہے اُس میں بینک جو اپنے منصوبے اور اپنے پراجیکٹ چلائیں گے اُن میں سے جو آمدن آئے گی اُس میں سے سروسز چارجز نکال کر باقی میں ہر کھاتہ داریا ہر وہ بندہ جس کا بینک کے پاس پیسہ ہوگا وہ اپنا منافع حاصل کرے گا اور میرا اندازہ ہے کہ چار یا پانچ فیصد سود کی بجائے پچیس سے لیکر تیس فیصد تک وہ منافع جو حلال ہوگا وہ ایک عام آدمی کو مل سکے گا، جس کا بھی بینک میں تھوڑا یا بہت پیسہ ہوگا۔ اگرچہ اُسکے ساتھ سودی بینکاری کو ختم نہیں کیا گیا لیکن اُس کی بھی وجہ موجود ہے کہ پاکستان میں صرف مسلمان نہیں غیر مسلم بھی بستے ہیں اُن پر سود حلال حرام نہیں ہے شرعی احکام کا اطلاق اُن پر اس انداز سے نہیں ہوتا جس انداز سے مسلمان پر ہوتا ہے۔ اور دوسرے من جانب اللہ ایک آزمائش بھی ہے کہ خود کو مسلمان کہلانے والے کیا اُسی سودی نظام میں واپس جاتے ہیں یا بلاسودی نظام کی طرف واپس آتے ہیں۔ اب نظام تو وہی چلے گا جس میں سرمایہ ہوگا تو گویا حکومت نے بال عوام کی کورٹ میں پھینک دیا کہ اب اگر جو عام لوگ جو پاکستانی ہیں جن لوگوں کا بینک میں پیسہ جمع ہے وہ اُس پہ سود لینا چاہتے ہیں یا وہ بحیثیت مسلمان منافع لینا چاہتے ہیں اور شرح منافع جو ہوگی وہ یقیناً سود سے کئی گنا زیادہ ہوگی سود نہ صرف حرام بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ ہے اور یہ منافع ہوگا اور حلال ہوگا۔ یہ ایک انقلابی قدم ہے اس حکومت کا معیشت کی طرف اور اللہ کرے اس کے ساتھ جو دوسری بات الاخوان نے پیش کی تھی وہ تھی کہ سنت نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق زکوۃ کے نظام کو مرکزی حکومت کے کنٹرول میں دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد میں ساری زکوۃ بارگاہ نبوی ﷺ میں جمع ہوتی تھی اور پھر وہاں سے ضرورت کے مطابق اُس کے مستحقین تک پہنچائی جاتی تھی ہمارے ہاں جو بہت بڑا مصرف ہے زکوۃ کا وہ دینی مدارس ہیں اور ہم دینی مدارس میں زکوۃ بھیج کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ درست ہے، اچھی بات ہے، طالب علموں پر، مسافروں پر، ضرورت مندوں پر، زکوۃ کا مصرف درست ہے کچھ لوگ غریبوں کو کچھ اپنے عزیز ضرورت مندوں کو بھی دیتے ہیں لیکن ہر شخص اپنی صوابدید پہ خرچ کرتا ہے اگر اسے مرکز کی تحویل میں دیا جائے تو ایک بہت بڑی انقلابی تبدیلی آسکتی ہے جسکے ساتھ اللہ کی رحمت بھی شامل حال ہو وہ تبدیلی یہ ہے کہ پاکستان کا سارا قومی بجٹ جو ہے وہ تقریباً ساڑھے تین کھرب روپیہ بنتا ہے۔ میں نے موجودہ بجٹ کا جائزہ نہیں لیا میں دو سال پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ اس سال کا بجٹ اب آئے گا تو دیکھیں گے کہ موجودہ بجٹ کہاں پہنچا ہے۔

پاکستان کی چھپن سالہ تاریخ میں سود کی حالت یہ ہے کہ بینکوں نے گذشتہ نصف صدی میں سود سے اتنا کمایا نہیں ہے جتنے قرضے معاف کیے ہیں اس کے باوجود بینکوں کے پاس بڑا سرمایہ ہے۔

ہم نے بھی عشر زکوۃ قربانی صدقات کا ایک تخمینہ اور اندازہ لگایا تھا کہ کسقدر مرکز کے پاس جمع ہوسکتا ہے اُس وقت ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ مرکز کی وزیر تھی اور پشاور چیمبر آف کامرس کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے بحثیت مرکزی وزیر یہ بات کہی تھی کہ عشر زکوۃ صدقات قربانی اگر جمع کی جائے یکجا کی جائے تو کم ازکم سات کھرب روپے بنتی ہے ہمارا بجٹ ساڑھے چھ کھرب ہے اور عشر زکوۃ اور یہ چیزیں جمع کی جائیں تو یہ سات کھرب بنتی ہیں جس میں شریعت بنچ پہ اور شریعت کونسل میں یہ بات بھی ہوئی تھی کہ جو غیر ملکی قرضوں پہ سود ادا کیا جاتا ہے کیا اُس میں زکوۃ کا جو پیسہ ہے وہ خرچ ہوسکتا ہے اس پر شریعت کونسل نے منع کر دیا تھا کہ سود پر زکوۃ میں سے نہیں دیا جاسکتا اس کا مطلب ہے کہ ساڑھے چھ کھرب جو سود ہم دیتے ہیں اُس کے لئے ٹیکس ہی لگائے جائیں گے لیکن باقی جو تین کھرب بجٹ ہے جس میں دفاع بھی ہے جس میں حکومت کی انتظامی مشینری بھی ہے اور سارا نظام تعلیم بھی ہے علاج معالجہ بھی ہے سارا نظام سلطنت اور ریاست ہے وہ تین کھرب اگر زکوۃ میں سے لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو ٹیکسوں کی بھرمار ہے لوگوں پر یہ بجٹ کا میزانیہ پورا کرنے کے لئے وہ ٹیکس جو نظر نہیں آتے ایسے ٹیکس جنہیں (Invisible) نظر نہ آنے والے ٹیکس کہا جاتا ہے جیسے ہم ماچس کی ایک ڈبیہ ایک روپے میں لیتے ہیں لیکن وہ ہے تو ایک آنے کی اُس میں شاید پندرہ آنے مختلف ٹیکس ہوں وہ درخت کاٹنے پہ ٹیکس ہے، اُس کے چیرانے پہ ٹیکس ہے، کارخانے میں لے جانے پہ ٹیکس ہے، سڑک پر سے گزرنے پہ ٹیکس ہے، کارخانے بنانے والے پہ ٹیکس ہے، اُس کے بارود پہ اور اُن چیزوں پہ ٹیکس ہے، پھر بن کر نکلتی ہے تو جس جگہ سے گزرتی ہے ٹیکس پہ ٹیکس حتیٰ کہ دکاندار جو بیچتا ہے اُس پر بھی سیلز ٹیکس ہے، تو وہ سارے ٹیکس ملا کر اُس کی قیمت ہے۔

> بے روزگاری اور مہنگائی نے لوگوں کی کمر توڑ دی ہے اور آج پاکستان میں بھی ایسے لوگ ملتے ہیں جنہیں کچھ پیسے مل جائیں تو اپنی جان دینے کو بھی تیار ہوتے ہیں کہ چلوں بچوں کے لئے کچھ دن کی روٹی تو ہوگی۔

ایک گز کپڑا جو ہم خریدتے ہیں ٹریکٹر پہ ٹیکس ہے، ڈیزل پہ ٹیکس ہے، کھاد پہ ٹیکس ہے، زمین پہ ٹیکس ہے، پانی پہ ٹیکس ہے، پھر فصل پہ ٹیکس ہے، پھر فصل آنے کے بعد جب وہ اُس سے روئی جاتی ہے، روئی پہ ٹیکس ہے، روئی کا سوت بنتا ہے، اُس پہ الگ ٹیکس ہے سود سے کپڑا بنتا ہے اُس کا الگ ٹیکس ہے وہاں سے پرچون والے کے پاس جاتا ہے وہاں الگ ہے کوئی بے شمار ٹیکس لگ کر اگر ایک کپڑا ہمیں پندرہ روپے گز ملتا ہے تو اُس کی قیمت شاید زیادہ سے زیادہ تین روپے گز ہو لیکن اُس پہ بارہ روپے جو ہیں ٹیکس کے آجاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ملکی بجٹ زکوۃ سے آجائے تو کم ازکم آدھے ٹیکس جو ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں وہ آدھے باقی رہ جائیں گے جن سے غیر ملکی سود دیا جائے گا اور جو آدھے ٹیکس ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں اس کا مطلب ہے جو کپڑا پندرہ روپے گزر ہے اُس میں سے اگر اُس پر بارہ روپے ٹیکس تھا چھ نکل گئے تو نو روپے پر تو آ گیا۔ تو عام آدمی کے لئے اشیائے ضرورت میں اگر اتنی کمی ہو جائے اس حساب سے آٹے کی قیمتیں کم ہو جائیں اس حساب سے کپڑے کی قیمتیں کم ہو جائیں اس حساب سے بچوں کی کتابوں کی قیمت کم ہو جائے اس حساب سے بچوں کی ضرورت کی چیزیں اس حساب سے ادویات کی جو ٹیکس لگے ہوئے ہیں وہ کم ہو جائیں تو عام آدمی کیلئے ایک بنیادی سہولت میسر ہو جاتی ہے۔ پھر یہ تین کھرب بجٹ ہے اور چار کھرب روپیہ زکوۃ کا پھر سرپلس رہ جاتا ہے۔ جس میں سے تمام دینی مدارس کو اُن کی ضرورت کے مطابق مدد فراہم کی جائے اُن کی عمارت کی ضرورت کتنی ہے اساتذہ کی ضرورت کتنی ہے، بچوں کی ضرورت کتنی ہے یہ سارا دینے کے بعد بھی پورے ملک میں علاج مفت ہوسکتا ہے پورے ملک میں تعلیم مفت ہوسکتی ہے بلکہ اگر اُسے صحیح خرچ کیا جائے تو سکول ہی بچوں کو کتابیں بھی دے، بچوں کی فیس کے ذمہ دار بھی ہوں، بچوں کو گھر سے لانے اور واپس گھر پہنچانے کے ذمہ دار بھی ہوں یہ سارے اخراجات اُس مرکزی فنڈ سے پورے ہوسکتے ہیں اس کے بعد

بھی بچ رہتا ہے کہ بے روزگاروں کو بے روزگاری الاؤنس دیا جائے بیوہ اور یتیم بچوں کو الاؤنسز دیئے جائیں جس کے پاس گھر نہیں ہے اُسے دو کمروں کا سہی گھر بنا کے دیا جائے تو یوں ضرورت مندوں کی ضرورتیں اُس سے پوری کی جاسکتی ہیں اور پھر بھی پیسہ بچ رہتا ہے جو عام آدمی کے ٹیلی فون بلوں اور اُس کے بجلی کے بلوں میں کمی کر کے یا باقاعدہ کیا جائے تو پورے ملک میں ٹیلی فون بجلی تعلیم علاج یہ سارا کچھ مفت ہو سکتا ہے اُسی سارے فنڈ سے اس کے اخراجات پورے ہو سکتے ہیں۔ اور یہی عام آدمی کی بنیادی ضرورت ہے۔ آج ہمیں پوری دنیا کے ساتھ جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ دہشت گردی کا ہے جگہ جگہ لوگ اب پاکستان میں بھی شروع ہو گیا ہے کہ لوگ سینے کے ساتھ بم باندھ کے چلے جاتے ہیں خود بھی مرتے ہیں دوسروں کو بھی مارتے ہیں اس کی بنیادی وجہ امریکہ کے وزیر خارجہ کا بیان آج بھی تھا کہ دینی مدارس جو ہیں پاکستان کے اُن میں دہشت گردی سکھائی جاتی ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر دینی مدارس دہشت گردی سکھاتے ہیں تو دینی مدارس کی جو سب سے اعلیٰ جسے آپ کریم کہتے ہیں جو دینی مدارس سے نکلی، وہ تو قاضی حسین احمد سے لیکر مولانا سمیع الحق تک یہ سب لوگ دینی مدارس کے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب دینی مدارس کے ہیں تو کیا یہ دہشت گرد ہیں اگر یہ دہشت گرد نہیں ہیں تو یہ تو کریم ہیں دینی مدارس کی۔ دینی مدارس اللہ کا دین سکھاتے ہیں دہشت گردی نہیں سکھاتے۔ مرنے مارنے والے دینی مدارس کے بھی ہیں مرنے مارنے والے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے بھی ہیں مرنے مارنے والے وہ بھی ہیں جنہوں نے کسی نہ دینی نہ دنیوی ادارے کا منہ دیکھا ہے اُن کے مرنے مارنے کا ایک بنیادی سبب بھی یہ ہے کہ ایک بندے کو ایک لاکھ دس ہزار بیس ہزار پچاس ہزار دو لاکھ روپے ملتے

انصاف کی عدم دستیابی اور رشوت اور سفارش جوھے یہ لوگوں کو جرم پہ اُکساتی ھے۔

ہیں تو وہ کہتا ہے کہ بچے فاقوں سے بیٹھے ہیں یہ روپے میں انہیں دے کر مر بھی جاؤں تو خیر ہے۔ بے روزگاری اور مہنگائی نے لوگوں کی کمر توڑ دی ہے اور آج پاکستان میں بھی ایسے لوگ ملتے ہیں جنہیں کچھ پیسے مل جائیں تو اپنی جان دینے کو بھی تیار ہوتے ہیں کہ چلو بچوں کے لئے کچھ دن کی روٹی تو ہو گی۔ اگر بے روزگاروں کو روزگار ملے اور مفلس اور بھوکے کو نان شبینہ میسر آجائے تو یہ لوگ اپنی جانیں بیچیں گے نہیں بہت بڑی حد تک ایک بہت بڑا سبب جو افلاس کا ہے اُس کا سدباب ہو جائے گا۔ اور دوسرا سبب ہے دہشت گردی کا، انصاف کا نہ ملنا۔ لوگوں کے حقوق کا مارا جانا، معاشرے میں انصاف نہیں ملتا، عدالت میں جاتے ہیں وہاں رشوت چلتی ہے انصاف نہیں ملتا، حکومت کے پاس جاتے ہیں کوئی بات نہیں سنتا، دھکے دے کر نکال دیتا ہے، تو ایسا شخص جب واپس آتا ہے تو اُس کی سوچ بدل چکی ہوتی ہے، وہ زندہ رہنے سے مرنے کو ترجیح دیتا ہے اور خود بھی مرتا ہے اور ساتھ کئی لوگوں کو مار کر مرتا ہے تو لوگوں کو اگر روزی بھی میسر آئے اور انہیں انصاف بھی مہیا ہو تو کون ایسا بے وقوف ہے جو اپنی جان ضائع کرے گا۔

تو اگر اللہ کریم توفیق دے اللہ کرے انشاء اللہ حکومت کی نظر اس طرف بھی جائے اور دینی حضرات کو اور معاشی ماہرین کو جمع کر کے اس سارے کا جائزہ حکومت لے تو اس سے زیادہ پیسے آسکتے ہیں چونکہ اس میں وہ بھی ہیں جو لوگ اپنی مرضی سے صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور اُس کی کوئی حد نہیں ہوتی اور کوئی کسی کو پتہ نہیں کہ کتنی کرتے ہیں اگر اس کی مرکزیت ہو جائے تو اس میں صدقات ہی اتنے ہو جائیں کہ جو شاید اس سے بڑھ جائیں تو یوں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان جو ہم پر فرض ہے ہمارا فرض ادا ہوتا ہے اور ہمیں اللہ کی رحمت نصیب ہوتی ہے لوگوں کا دہشت گردی کا ایک سبب افلاس اور دوسرا ناانصافی ہے۔ یہ سبب ختم کر دیئے جائیں تو نوے فیصد تو دہشت گردی ختم ہو جاتی ہے۔ دس فیصد وہ لوگ رہ جاتے ہیں جو مفسد ہیں انہیں عدالتیں سزائیں دیں اور حق و انصاف کے مطابق دیں۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولوا الالباب. اے صاحب دانش لوگو! قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ قوموں کی حیات ہوتی ہے انصاف کیا جائے اور قصاص لیا جائے جو جرم کرے وہ سزا پائے اور اللہ کرے ایسا وقت آئے کہ کسی بندے کو یہ امید نہ رہے کہ میں جرم کر کے بچ جاؤں گا نہ سفارش سے بچ سکے نہ رشوت سے بچ سکے بلکہ ہر مجرم کو یہ یقین ہو کہ ارتکاب جرم پر مجھے سزا ملنا ہوگی تو بے شمار لوگ جرم کرنے سے باز آجائیں۔ انصاف کی عدم دستیابی اور رشوت اور سفارش جو ہے یہ لوگوں کو جرم پہ اکساتی ہے تو یہ بنیادی کام جس طرح بلا سودی بینکاری شروع ہوگئی اور اللہ کرے کہ نظام زکوۃ پہ بھی حکومت علماء کو بینکنگ کونسل کے ساتھ انہوں نے ایک بورڈ بنا دیا ہے جس میں بڑے جید علماء شامل ہیں جو معیشت کو اور بھی جانتے ہیں اور جن کی نگاہ اسلامی احکام پر بھی بڑی دور رس ہے اور وہ اس سارے کو مانیٹر کر رہے ہیں اور اللہ کرے کہ یہ کامیاب ہو پرسوں گورنر سٹیٹ بینک کا بیان یہ تھا کہ ہم نے جو بلاسودی برانچ کھولی ہے اُسکی ترقی رات دن ہوتی جارہی ہے اور اُس میں لوگ زیادہ ہوتے جارہے ہیں اور وہ نظام جو ہے وہ بڑھتا جارہا ہے۔ اللہ کرے سارے بینکوں میں بلاسودی برانچیں آجائیں جو یہاں تک بھی پہنچیں اور ہر بندے کو یہ آپشن اور یہ اختیار تو ملے کہ وہ اپنی پسند سے اگر سود سے بچنا چاہتا ہے تو وہ بچ جائے اور یہ صرف سود سے بچنا نہیں ہے بلکہ اس پر جو بدلے میں پیسہ ملے گا جو منافع ملے گا وہ سود سے کہیں زیادہ ہوگا حلال بھی ہوگا جائز بھی ہوگا اور پیسہ بھی زیادہ ملے گا۔ اللہ کرے میری دعا ہے آپ بھی دعا کیجئے کہ اسی کے ساتھ دوسرا کام بھی شروع ہو جائے اور زکوۃ مرکز میں جمع ہو کر واپس مستحقین تک پہنچے اپنے مصارف پہ پہنچے دفاع پہ خرچ کی جائے ضرورت مندوں پہ خرچ کی جائے تعلیم عام کرنے پہ خرچ کی جائے لوگوں کی بنیادی ضرورتوں پہ اُن کی تکمیل پہ خرچ

جہاں تک الاخوان کا تعلق ہے ہماری نہ کسی حکومت کے ساتھ دشمنی ہے نہ دوستی۔

کی جائے اور اگر سود نہیں دیا جاسکتا تو بنیادی طور پر جو قرضے ہیں وہ تو زکوۃ کی رقم سے واپس کئے جاسکتے ہیں۔ تو اصل قرض جوں جوں کم ہوگا جوں جوں قرضے لوٹائے جائیں گے سود بھی کم ہوتا چلا جائے گا اللہ کرے کہ قرض ختم ہو جائے تو سود از خود ختم ہو جائے گا۔

یہ ایک بہت ہی مناسب اور دین کی طرف بنیادی پیش رفت ہے اللہ کرے اس میں رات دن ترقی ہو اور اللہ کرے کہ یہ بلاسود نظام اتنا چھا جائے کہ سود سرے سے ختم ہی ہو جائے جو لوگ مسلمان نہیں ہیں اور پاکستان میں رہتے ہیں اُن کے بھی انسانی حقوق ہیں لیکن انہیں بھی اگر سود پر چار روپے سالانہ ملیں اور بغیر سود کے تین روپے سالانہ ملیں تو اُن کا دماغ خراب ہے کہ وہ چار پر اصرار کریں گے انہیں تو پیسہ چاہیے۔ مسلمان پر تو فرض ہے کہ وہ سود سے اجتناب کرے لیکن جو مسلمان نہیں ہے آخر جو بینک میں وہ سرمایہ لگاتا ہے اُسے بھی تو پیسہ چاہئے تو اُسے بھی جس طرف سے زیادہ پیسے ملیں گے وہ بھی اُس طرف جائے گا اور انشاء اللہ العزیز ایک وقت آئے گا کہ جب کوئی بھی سودی بینکاری کے لئے اپنا سرمایہ دینے کو تیار نہیں ہوگا اور یوں سودی بینکاری کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پہلے متبادل تھا ہی نہیں اب الحمد للہ ایک متبادل شعبہ وجود میں آگیا اور یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو نفاذ اسلام کی طرف اس حکومت کی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوگا۔ وہ کارساز ہے وہ کریم ہے وہ جس سے چاہتا ہے اپنا کام لے لیتا ہے اپنے دین کی خدمت لے لیتا ہے اپنے بندوں کی بھلائی کروالیتا ہے۔ میرے خیال میں ایک فیشن ہوگیا ہے حکومت کی مخالفت کرنا ورنہ جو کام درست ہو اور اچھا ہو اُس پر حکومت کی تائید کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا وہ اچھا کام ہے۔

جہاں تک الاخوان کا تعلق ہے ہماری نہ کسی حکومت کے ساتھ دشمنی ہے نہ دوستی الاخوان کا کام اصلاح احوال کا ہے فرد کی اصلاح معاشرے کی اصلاح جو فرد سے شروع ہو کر معاشرے تک پہنچتی ہے تعلیم و تعلم میں کاروبار میں لین دین میں معاملات میں اور وہ کام الحمد اللہ پوری جانفشانی سے ہورہا ہے اور یہ

اللہ کا احسان ہے کہ اب اُس کے ثمرات حکومتی سطح پر بھی نظر آنے لگے ہیں۔ بے شمار لوگ یہ کہیں گے کہ یہ ہم نے ایسا کرا دیا کوئی بات نہیں انہوں نے کرا دیا سہی۔ ہماری غرض اس سے نہیں ہے کہ کس نے کرادیا ہماری غرض اس سے ہے ہو کیا رہا ہے اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ سود جیسی عظیم لعنت سے اگر معاشرے کو چھٹکارا مل جائے تو آپ دیکھیں گے کہ بہت سی ایسی برائیاں جو محض حرام کھانے سے وجود میں آتی ہیں اور حرام کھانے والا جن کا مرتکب ہوتا ہے لوگ اس حرام سے بچیں گے تو اور بہت سی برائیوں سے ازخود بچ جائیں گے انسداد جرائم کا ایک بنیادی طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کو رزق حلال کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

کلوا من الطیبت وعملوا صالحا۔ پاکیزہ اور حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ یعنی عمل صالح کا ایک حد تک انحصار ہے رزق حلال پر۔ جب آدمی کوئی حرام کھاتا ہے تو اُس کے اجزائے بدن حرام بنتا ہے خون حرام بنتا ہے دماغ کو قوت حرام سے ملتی ہے دل کی دھڑکن حرام سے قائم ہوتی ہے اعضاو جوارح اور ہاتھ پاؤں کی طاقت جب حرام پہ انحصار کرتی ہے تو وہ نیکی کی بجائے بُرائی کی طرف زیادہ مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ اس نظام کو کامیاب کرے اور مسلمانوں کو اسے سمجھنے اور اس سے مستفید ہونے کی توفیق دے تو اس نظام کی جو ہے فوقیت اور اس کی رات دن ترقی جو ہے وہ ازخود سودی نظام کو بند کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ چونکہ غیر مسلم بھی اپنی رقم پہ جب انہیں زیادہ معاوضہ واپس، بلکہ اب تو امریکہ کی جو معاشی حالت ہے وہ بھی بہت تباہی کی طرف چلی گئی ہے غریب جو تھا وہ غریب سے غریب تر ہو گیا اور امیر جو تھا اُس کے پاس دولت کے انبار لگ گئے ہیں۔ تو امریکہ مسلمان ہونے کی نہیں سوچ رہا لیکن معاشی نظام میں اب امریکی دانشور بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ بینکوں سے اگر سود ختم کر دیا

امریکہ کی جو معاشی حالت ہے وہ بھی بہت تباہی کی طرف چلی گئی ہے غریب جو تھا وہ غریب سے غریب تر ہو گیا اور امیر جو تھا اُس کے پاس دولت کے انبار لگ گئے ہیں

جائے اور اسے نفع ونقصان اور شراکت کی بنیاد پہ چلایا جائے تو یہ جو فاصلہ لوگوں میں آ گیا ایک طبقہ انتہائی غریب ہو گیا اور ایک انتہائی امیر ہو گیا ہے۔ یہ ختم ہو جائے درمیان میں ایک متوسط طبقہ بھی پیدا ہو جائے چونکہ اسلامی شرعی احکام جتنے بھی ہیں عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں جو ایمان لاکر ان احکام پر عمل کرتا ہے اُسے دوہرا اجر ملتا ہے اس دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ لیکن اگر کوئی ایمان نہیں لاتا اور اس دنیا کے فائدے کے لئے شرعی احکام پر عمل کرتا ہے تو دنیا کا فائدہ اُسے بھی ملتا ہے۔ تو کافر بھی اگر اپنا نظام اس کے مطابق کر لیں تو دنیوی فائدہ انہیں بھی ملتا ہے اور یہی آج وہ سوچ رہے ہیں۔

الحمد للہ کہ حکومت پاکستان نے اس پر اقدام کیا اس پر حکومت نہ صرف تائید بلکہ مبارک باد کی مستحق ہے اور ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ حکمرانوں کو توفیق دے کہ ایک ایک کر کے ہی سہی نظام زکوۃ کو رائج کریں تعلیمی نظام میں تبدیلی لائیں اور اسلام کو تعلیم کا بنیادی رکن بنایا جائے جو بچہ بھی گریجویٹ ہو کر یا ایم اے کر کے ماسٹر کر کے نکلتا ہے وہ جہاں باقی چیزوں سے باخبر ہوتا ہے وہاں اُسے اپنے نظریے اپنے عقیدے اپنے دین اپنے ایمان اور اپنے کردار کی خبر بحیثیت مسلمان بھی ہو اور یہ بھی درست ہے کہ کوئی کام راتوں رات نہیں ہو جاتا لیکن یہ بھی درست ہے کہ کوئی کام بھی نہ کرنے سے نہیں ہوتا ہوتا کرنے سے ہی ہے الحمد للہ ایک نیک ابتدا ہو گئی اللہ کرے اس میں ترقی ہو اور دوسری طرف بھی ارباب بست وکشاد کی نظر جائے اور اللہ کرے کہ ایک ایک کر کے ہی سہی لیکن نظام سلطنت کو اُن خباثتوں سے پاک کیا جائے جو اسلام کے صریحاً خلاف ہیں۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

دعا کی حیثیت، اہمیت اور صحیح انداز

اسلام نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی طاقت دی ہے اور وہ ہے دعا اور استغاثہ کی۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے دو طبقے وجود میں آ گئے ہیں ایک وہ جو سرے سے دعا کے قائل ہی نہیں اگر ہم مانتے ہیں تو شرما شرمی دیکھا دیکھی انکار نہیں کرتے لیکن اپنی عملی زندگی میں ہم اس کے قائل نظر نہیں آتے چونکہ اس طرح ہم دنیوی اسباب کے پیچھے اس شدت سے بھاگتے ہیں حتیٰ کہ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ لوگ سفارش کے لئے آتے ہیں اگر کسی سے یہ کہہ دیا جائے کہ اس افسر سے واقفیت تو نہیں ہے آپ کے لئے اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں، تو وہ خفا ہو جاتا ہے کہ آپ میری مدد نہیں کرنا چاہتے یعنی عوام میں ایک طبقہ ایسا ہے جس کے نزدیک دعا کی کوئی حیثیت نہیں، ایک فارمیلٹی یا ایک طریقہ کار بطور توارث ہے اگر کبھی کر لیا کر لیا ورنہ اس کی ضرورت نہیں، مجھے ایسے حضرات سے بھی اتفاق نہیں جو بات بات پر دعا کے لئے کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ انہیں دعا کی اہمیت کا ادراک نہیں یعنی دعا کوئی مذاق بھی نہیں ہے کہ آپ وقت بے وقت چاہیں، کسی حال میں بھی ہوں، دعا ہی کرتے رہیں یہ بھی بہت مشکل کام ہے اگر کوئی سمجھتا ہے دعا واقعی اللہ کریم سے درخواست کرنے کا نام ہے، تو اس کے لئے مواقع اور آداب کی ضرورت ہوتی ہے، ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو دعا کے قائل اس حد تک ہیں کہ پھر ان کے لئے کوئی اور کام کرنے کی ضرورت ہی نہیں، یعنی بالکل ہی جھگی ڈال کر بیٹھے رہنا اور محض دعا پر جم جانا یہ بھی غلط بات ہے۔"

"دعا کا مزا یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اسلام کو لا کر اپنی عملی زندگی کو داؤ پر لگا کر میدان بدر میں صفیں بنا کر دعا مانگی جائے ہم میدان عمل میں تو کہتے ہیں کہ کام کافروں کا کریں اور رات کو دعا اللہ سے کر لیں آپ ﷺ نے دعا کا یہ طریقہ تعلیم نہیں فرمایا۔"

"امیر محمد اکرم اعوان"

ماخوذ از "تعلیمات و برکات نبوت ﷺ"

(پروپرائیٹر) شاہد الیکٹرونکس نزد الائیڈ بینک کوتوالی روڈ فیصل آباد

اعلیٰ معیار اور مناسب قیمت کے ساتھ

فریج، فریزر، ٹی۔وی، واشنگ مشین، اے۔سی، اوون اور روم کولر دستیاب ہیں۔

041-600886

نبوت کا مقصد

تمام انبیا علیہم السلام بنیادی طور پر جو مقصد لیکر مبعوث ہوتے ہیں۔ وہ ہوتا ہے اللہ کی مخلوق کو شفقت سے' محبت سے' نیکی بھلائی سکون راحت عزت وآبرو کی طرف بلانا۔ جس میں اُن کی یہ زندگی بھی سنور جائے اور اُس کے بعد کی حیات بھی سنور جائے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo

کھٰیٰعص. ذکر رحمت ربک عبده زکریا. ازنا دٰی ربه' نداءً خفیاًo قال رب انی وهن العظمُ منی واشتعل الراس شیاً ولم اکن بدعائک رب شقیاًo وانی خفت ورائی وکانت امراتی عاقراً فهب لی من لَّدنک ولیاoیرثُنی ویرثُ من ال یعقوب. واجعلهُ رب رضیاo یزاکریا انا تبشرُک بغُلم ن سمهُ یحیٰ لم نجعل له، من قبلُ سمیاo

حیات انسانی پر بہت کچھ لکھا گیا' بہت کچھ کہا گیا' بہت کچھ سُنا گیا اور جوں جوں عقل انسانی نے ترقی کی۔ اسباب ووسائل اُسے مُیسر آئے تو انسان کی ذات' اُس کے وجود' اُس کے افکار' اُس کے کردار' اُس کے نفع ونقصان' غرض زندگی کے ہر پہلو پر نئی نئی جہتیں سامنے آئیں۔ نئی نئی تحقیقات کی گئیں۔ لیکن ساری مادی تحقیقات کا حاصل انسان کے وجود کے عناصر کی جمع تفریق ہی رہی اور انسان کہاں سے ہے؟ اسے کہاں جانا ہے؟ اس کی ابتدا وانتہا کیا ہے؟ یہ آ کدھر سے رہا ہے؟ یہ ساری مخلوق جا کہاں رہی ہے؟۔

رات دن زیر زمین لوگ چلے جاتے ہیں
کیا خبر تہہ خاک تماشا کیا ہے

یہ کیا کوئی میلہ لگا ہوا ہے؟ کونسا ایسا وہاں کوئی فنکشن ہے' اجتماع ہے' ساری دنیا یکسو ہو کر ایک طرف جارہی ہے یہ آنا جانا کیا ہے؟ یہ کس سے ہے اور کیوں ہے؟ یہ وہ سوال ہے جسکا جواب ہمیشہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے دیا۔ اللہ نے خود بذریعہ وحی دیا۔ اپنے بندوں سے نبی منتخب فرمائے۔ رسول منتخب فرمائے اُن کے ذریعے دیا اور وہ جو مولانا حالی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

نبوت وہ عطائے الٰہی ہے کہ بندہ نہ صرف حقیقت آشنا ہوتا ہے بلکہ اللہ کا نبی اور اللہ کا رسول حق آشنا بھی ہوتا ہے۔ حقائق کو بھی جانتا ہے وہ انسان کی ذات کے بارے ہوں' وجود کے بارے ہوں' اُس کے روح کے بارے ہوں' زندگی کے بارے ہوں' موت کے متعلق ہوں' مابعد الموت ہوں' اس عالم کی بات ہو۔ اُس عالم کی بات ہو۔ وہ سارا نقشہ' ساری تصویر بھی اُسکے سامنے ہوتی ہے اور حق آشنا بھی ہوتا ہے۔ اُس ساری تصویر کے مصور کو' اُس ساری صورت کے صورت گر کو' اُن ساری کائناتوں اور جہانوں کے خالق کو بھی جانتا ہے۔ اُسکے قریب ہے اُس سے بات کرتا ہے

یہ حق ھے کہ زندگی کا مزا انھی کو آتا ھے جنھیں برکات نبوت اور فیضان نبوت نصیب ھوتا ھے۔

اور اُس کی بات بندوں تک پہنچاتا ہے۔ وہ بات یہ راز افشا کرتی ہے کہ اصل انسان کیا ہے اور اُسے کہاں جانا ہے؟ زندگی کس شے کا نام ہے اگر محض کھانا پینا' سونا جاگنا' گھر بنانا' کاروبار کرنا' بچے پیدا کرنا' بچے پالنا' یہی زندگی ہے تو یہ زندگی تو ایک ادنیٰ سے جانور کو جنگل میں بھی حاصل ہے۔ وہ بھی اپنا کوئی گھونسلا کوئی کھوہ بناتا ہے۔کوئی جگہ ٹھکانہ بناتا ہے۔ بچے پالتا ہے' اُس کے لئے روزی مہیا کرتا ہے' شکار کرتا ہے' سبزی خور ہے یا گھاس چرنے والا ہے تو اُن کا اہتمام کرتا ہے۔ اپنا سفر حیات پورا کر کے گزر جاتا ہے۔ اُس کی زندگی میں محض مادی وجود کی نشوونما اُس کا تحفظ اور اُس کی آگے نسل کو چلانے کا کام ہے اُس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگر یہی کچھ انسان کے دائرہ کار میں ہے تو پھر انسان میں اور اُس جنگلی جانور میں فرق کیا ہے؟ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے فرق بتایا۔ اللہ کے نبی اللہ کے مقرب تو ہوتے ہی ہیں۔ مخلوق کے بھی سب سے بڑے خیر خواہ اللہ کے نبی اور اللہ کے رسول ہوتے ہیں۔ یہ بات بڑی سمجھنے کی ہے کہ اللہ کا کوئی نبی بھی مخلوق کو پریشان کرنے یا اُن پر بوجھ ڈالنے کیلئے مبعوث نہیں ہوا۔ مخلوق کو بوجھوں سے آزاد کرنے' ہر طرح کی غلامی کے طوقوں سے آزاد کرنے اور انسانی زندگی کے سکھ آرام اور لطف سے آشنا کرنے کے لئے' انبیا علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں۔

یہ جو آیات کریم میں نے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا سورۃ مریم کی شروع کی آیات سولھواں پارہ ہے اللہ کریم اپنے کرم کی بات کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے نبی حضرت زکریا علیہ السلام پر فرمایا۔

اب انبیاء علیہم السلام کا جو تعلق مخلوق سے ہے اور جو تعلق خالق سے ہے اس میں دونوں کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ **ذکر رحمت ربک عبدہ' زکریا ٥** تیرے پروردگار کی' اُس رحمت' اُس شان رحمت کی بات ہے جو اُس

> **انسانی زندگی کا کمال یہ ہے کہ وہ مشت غبار ہوتے ہوئے خالق کائنات سے ہم کلام ہوتا ہے۔**

نے زکریا علیہ السلام پر فرمائی۔ **اذنادیٰ ربہ' نداءً خفیا ٥** جب اُس نے چپکے چپکے اور سرگوشیوں میں اپنے پروردگار سے بات کی۔ یعنی انسانی زندگی کا کمال یہ ہے کہ وہ مشت غبار ہوتے ہوئے خالق کائنات سے ہم کلام ہوتا ہے۔ کمال حیات یہ ہے باقی ساری ضرورتیں اس وجود کو قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ غذا اس کے قیام کا سبب ہے۔ دوا اس کے قیام کا سبب ہے لیکن یہ قائم رہے گا تو اس کا حاصل کیا ہے؟ کیا یہ وجود ہی حاصل ہے؟ نہیں' وجود نہیں ......اس کے اندر روح ہے جو عالم امر سے متعلق ہے۔ عالم امر عالم خلق سے بالاتر ہے۔ اُس پر فنا نہیں ہے۔ خلق پر فنا ہے اور اللہ رب العزت صفت ہے۔ صفات باری کے لئے فنا نہیں ہے۔ دوام ہے روح انسانی جو ہے۔ **قل الروح من امر ربی.** روح اللہ کے امر سے ہے! اب کیسے ہے؟ کس طرح ہے؟ اُس نے کوئی امر کا ٹکڑا لے کر اُسے توڑ پھوڑ کر کے بنایا ہے! اُس کے امر کی کوئی تجلی ہے! فرمایا یہ بات تمہارے عقل انسانی سے بالاتر ہے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً.

انسانی ذہن کو اتنی استعداد نہیں دی گئی کہ عالم امر سے روح کیسے تخلیق پذیر ہوئی اس کا شعور انسانی ذہن کے پاس نہیں' آپ اس بات کو چھوڑ دیں۔ اس بات پہ جم جائیں کہ روح کا تعلق عالم امر سے ہے اور اصل روح انسانی ہے۔ آج تو جدید سائنس نے بھی یہ ثابت بھی کیا اور مانا بھی مثلاً ایک آدمی دنیا سے گزرتا ہے۔ اُس کی آپ آنکھ لے لیتے ہیں۔ تو وہ آنکھ اُس وجود میں تو بینائی ختم کر چکی۔ کسی دوسرے زندہ انسان کو جب وہی آنکھ لگتی ہے تو پھر روشن ہو جاتی ہے دیکھنے لگتی ہے اس کا مطلب ہے کہ اس وجود میں کچھ ہے جو اُس وجود سے ختم ہو گیا۔ آپ مرنے کے وقت بدن کے کوئی عضو لے لیتے ہیں گردہ لے لیتے ہیں وہ ڈونیٹ (Donaite) کر جاتا ہے۔ اب اُس بدن کے ساتھ اگر رہتا تو گل سڑ جاتا' ختم ہو جاتا' کسی دوسرے بدن سے جب اُسے پیوند

کیا جاتا ہے تو پھر اپنا کام شروع کر دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی چیز جو اُس بدن سے ختم ہوگئی اس بدن میں ہے اور وہی تو روح ہے۔ وہ جو روح ہے وہ اصل انسان ہے۔ اُس کے لئے موت یا فنا نہیں ہے۔ موت اُس کا ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ تک کا سفر ہے۔ جس طرح تخلیق عالم امر سے ہوئی، وہاں سے عالم خلق میں آیا، پشت پدر میں آیا، شکم مادر میں آیا، یہ سفر ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا۔ شکم مادر سے عالم دنیا میں آیا، دنیا میں جو وقت مقرر تھا رہا، وہاں سے موت نے اُسے منتقل کیا، برزخ میں چلا گیا، جو وقت وہاں ہے وہاں پورا کرے گا، میدان حشر میں پہنچے گا، اپنا عرصہ پورا کرے گا اور اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔ اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے تو اُس کی رحمت کے سائے میں پہنچ جائے گا اور اگر انسانی زندگی کو ضائع کر کے اور لاحاصل محض بدن کی پرورش پہ لگا رہا، غضب الٰہی کا شکار ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اُس نے اتنی بڑی نعمت ضائع کی۔ یہ بات کہ کسی نے چھوٹا سا گناہ کر لیا۔ یہ باتیں تو قابل تلافی ہیں۔ کسی کی چوری کر لی' اُس سے معافی مانگ لو اُسے پیسے واپس دے۔۔ منت کر لو معاف ہوگئی ہیں اور چھوٹے موٹے گناہ یہ تو قابل معافی اصل بڑا جرم جو جہنم جانے کا سبب ہے وہ یہ ہے کہ اس مشت غبار کو وہ شعور دیا گیا کہ یہ ذات باری کو پا سکتا ہے آرزو کر سکتا ہے دیکھ سکتا ہے سن سکتا ہے بول سکتا ہے۔ ....

اب ایک اتنی سی مخلوق ہو کر بے شمار احتیاجات میں گھری ہوئی خالق کائنات سے ہم کلام ہو، اور اُسے پہچانے اور اُس کا طالب بن جائے۔ پھر اُس کی ذات اُس کے جمال میں وہ کشش ہے کہ اُس کا اسیر ہو جاتا ہے، اُس کا طالب بن جاتا ہے۔ تو مشت غبار جمال الٰہی کی آرزو کرے۔ اب اس سے بڑا مرتبہ اس کے لئے کیا ہے؟ اور یہ استعداد سوائے انسان کے کسی مخلوق کو نہیں دی گئی۔ جب اس استعداد

اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے تو اُس کی رحمت کے سائے میں پہنچ جائے گا اور اگر انسانی زندگی کو ضائع کر کے اور لاحاصل محض بدن کی پرورش پہ لگا رہا غضب الٰہی کا شکار ہو جائے گا

کو ضائع کرتا ہے تو یہ ہمیشہ کے لئے غضب الٰہی میں رہنے کا سبب بن جاتا ہے اور جہاں یہ اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نہ صرف خود حق آشنا ہوتے ہیں بلکہ اُن میں وہ قوت ہوتی ہے کہ دوسروں کو بھی حق آشنا کر دیتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑے خفیہ سے' بڑے سرگوشی کے انداز میں اپنے رب سے بات کی اور اپنا دکھ بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں۔

رب انی وھن العظم منی واشتعل الرسُ شیباً o رب کریم اب تو ہڈیوں پر بھی کہولت طاری ہوگئی۔ میرے جسم کی ہڈیاں بھی اپنا کام پوری طرح نہیں کرتیں۔ تھوڑا سا کام کروں تو چٹخنے لگتی ہیں۔ بڑھاپے نے انہیں بھی بہت زیادہ متاثر کر دیا ہے اور واشتعل الرسُ شیباً o اور بڑھاپے کا شعلہ تو میری چوٹی سے نکل گیا ہے۔ بڑھاپا صرف مجھ پر طاری نہیں ہوا بلکہ بڑھاپے کا شعلہ تو میری چوٹی سے نکل گیا ہے لیکن میں جب تجھ سے بات کرتا ہوں تو مجھے میرا یہ اعتماد تیری بارگاہ میں لے آتا ہے کہ تو میری بات نہیں ٹھکرائے گا۔ مجھے تیرے کرم کا' تیرے احسانات کا' اتنا یقین ہے کہ میری بات خواہ کیسی بھی ہو۔ ظاہری اسباب اُس کا ساتھ نہ دے رہے ہوں، میرا وجود اُس کا ساتھ نہ دے رہا ہو، لیکن تُو تو اسباب کا محتاج نہیں ہے مسبب الاسباب ہے تو بھیٔ آپ علیہ السلام کیا چاہتے ہیں؟ عرض کرتے ہیں۔

عزیز وانی خفت الموالی من وراء ی. میرے جو عزیز و اقارب اور میرے ورثا جو میرے بعد ہیں میں اُن سے ڈرتا ہوں کہ وہ لوگوں کا بھلا نہیں کریں گے، جو میرے بعد وارث ہیں میرا خاندان ہے جو لوگ میرے عزیز و اقارب ہیں اُن سے یا اللہ میں ڈرتا ہوں کہ میں نے تو ساری عمر تیری مخلوق کا بھلا چاہا' لوگ بھاگ بھاگ کر جہنم میں گرنا چاہتے ہیں اور اللہ کا نبی علیہ السلام پکڑ پکڑ کر بچانا چاہتا ہے۔ لوگ گناہ کی طرف' ظلم کی طرف' تاریکی کی طرف' بھاگتے ہیں اور اللہ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ممکن کوشش کرتا ہے انہیں واپس نے

کی ان پر رحم کرے ان سے محبت کرے لیکن مجھے اپنے پسماندگان سے اس بات کی امید نہیں ہے۔

وکانت امراتی عاقراً. میں بوڑھا ہو چکا ہوں، بڑھاپے کا شعلہ سر سے نکل گیا ہے اور بیوی میری ساری عمر بے اولاد رہی ہے، بانجھ ہے، اُس کا بچہ ہونے کی اب کوئی امید نہیں، ساری عمر نہیں ہوا اب کیا ہوگا؟ لیکن میرا دل یہ چاہتا ہے اے اللہ کہ تیری مخلوق کی بھلائی کی صدا میرے گھر سے نکلتی ہی رہے۔ تیرے بندوں کو تیرے غضب سے بچانے کا مشن میرے گھر سے ختم نہ ہو۔ تُو تو قادر ہے۔

فھب لی من لدنک ولیاً o مجھے ایک وارث عطا کر دے۔ تیری بارگاہ میں کیا کمی ہے؟ ایسا وارث عطا کر یہ نہیں مانگا کہ ایسا بیٹا دے میری ریاست رہ جائے گی۔ مجھے ایک بیٹا دے میری جاگیر رہ جائے گی، میرا کاروبار رہ جائے گا، نہیں۔ وہ تو دنیا کے کام ہیں چلتے رہیں گے۔ ہم نہیں ہوں گے کوئی اور ہوگا۔ کل ہم نہیں تھے ہم سے پہلوں نے چلایا ہم نہیں رہیں گے ہمارے بعد والے چلائیں گے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ بندے کا تعلق بندے کے مالک سے اور پھر بندے کا تعلق بندے سے کیا ہے؟ کیا وہ بندوں کو حق آشنا کرنے کا کام کرتا ہے بندوں کے لئے ایک ظلم ہے' ایک مصیبت' ایک بیماری' ایک پریشانی' بن جاتا ہے۔ تو دعا یہ کر رہے ہیں کہ جو میرے ورثاء ہیں وہ شاید تیری مخلوق کے لئے پریشانیاں پیدا کریں گے اُن کے آرام کا سبب نہیں بنیں گے۔ میں بوڑھا ہوں میری بیوی بانجھ ہے لیکن تو میرا پروردگار ان باتوں کا محتاج نہیں ہے۔ فھب لی من لدنک ولیاً. مجھے ایک وارث دے۔ یرثنی ویرث الی یعقوب۔ جو میری نبوت کا' میرے باپ دادا کی نبوت کا' وارث ہو۔ زمینوں جائیدادوں کا وارث نہیں چاہئے، مجھے سلطنت وحکومت کا وارث نہیں چاہئے، وہ تو تیرا نظام ہے چلتا رہے

انبیاء علیهم الصلوة والسلام نه صرف خود حق آشنا هوتے هیں بلکه اُن میں وه قوت هوتی هے که دوسروں کو بھی حق آشنا کر دیتے هیں۔

گا۔ مجھے وارث عطا کر دے تاکہ میں نے جو مشن ساری زندگی نبھایا ہے وہ میرے گھر سے چلتا رہے۔ میرے آنے والے بھی تیری مخلوق کو تیری طرف آواز دیتے رہیں، تیرے غضب سے بچاتے رہیں، تیری رحمت کی طرف بلاتے ہیں۔ واجعلہ رب رضیا o اللہ کریم اُسے ایسا ہی خوش اطوار بنا۔ اب مانگا اللہ کی مخلوق کی بھلائی کے لئے' اُن کی ہدایت ورہنمائی کے لئے، اللہ بھی بہت بڑا کریم ہے اُس نے فرمایا

یزکریا انا نبشرک بغلٰم o اسمہ' یحیٰی. زکریا علیہ السلام میں تجھے بیٹے کی بشارت دیتا ہوں اُس کا نام بھی میں رکھتا ہوں۔ اس کا نام یحیٰی علیہ السلام ہوگا۔ لم نجعل لہ' من قبل سمیاً. ہم نے پہلے کسی شخص کا یہ نام نہیں رکھا۔ اس نام کا کوئی شخص ہم نے پہلے پیدا ہی نہیں کیا۔ آگے یہ لمبی بات چلتی ہے۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام بنیادی طور پر جو مقصد لیکر مبعوث ہوتے ہیں۔ وہ ہوتا ہے اللہ کی مخلوق کو شفقت سے' محبت سے' نیکی، بھلائی، سکون راحت، عزت وآبرو کی طرف بلانا۔ جس میں اُن کی یہ زندگی بھی سنور جائے اور اُس کے بعد کی حیات بھی سنور جائے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کو تو رحمۃ للعلمین ہیں۔ تمام نبیوں کے بھی آپ نبی ہیں، آپ امام الانبیا ﷺ ہیں۔ ہر نبی کو جو برکات نصیب ہوئیں وہ امت تک اُس نبی کے واسطے سے پہنچیں۔ وہ برکات جو ہیں وہ بھی حضور اکرم ﷺ کی ذات سے اُس نبی کو اور اُس نبی سے اُسکی امت کو پہنچیں اور پھر کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونا نصیب ہوا۔

کنتم خیر امتہ. کسی رب کریم فرماتے ہیں لوگو! تم بہترین امت ہو۔ کوئی پہلو میں' کہیں کوئی امت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ تم براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ سے برکات حاصل کرتے ہو۔ کیوں تم بہترین امت ہو؟ وہی بات پھر آ گئی۔ اُخرجت للناس. اپنے لئے تو جانور بھی جیتے ہیں' تم میری مخلوق کے لئے جیتے ہو اُخرجت للناس. یہاں للمومنین بھی نہیں فرمایا اور للناس میں مومن اور کافر سب

آ جاتے ہیں۔اولادآدم علیہ السلام کے لئے تم جیتے ہو۔تم دوسروں کی فکر کرتے ہو۔تم دوسروں کا بھلا چاہتے ہو،تم دوسروں کو سکھ پہنچانا چاہتے ہو۔تم دوسروں کو آرام پہنچانا چاہتے ہو، ہمارا آج کا مشاہدہ یہ ہے کہ ہم تبلیغ بھی کرتے ہیں تو اگلا چڑ جاتا ہے کہ ہم پر فتوے لگاتا ہے۔ہمیں کافر کہتا ہے، وہابی کہتا ہے، مختلف طرح سے بات کو رد کرتا ہے کیوں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو قرآن کریم کا اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا طریقہ ہے ہم اُسکے مطابق نہیں کرتے قرآن کسی کو فتح نہیں کرنا چاہتا، نبی کسی کو محکوم نہیں کرنا چاہتا، نبی اپنی بات اس لئے نہیں منوانا چاہتا کہ میری بات تم پر مسلط ہو جائے اور تمہاری بات کم پڑ جائے اور میری شان بلند ہو جائے، نہیں' اُس کی شان تو اللہ نے جو عطا کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اُس درد اور اُس محبت سے بات کرتا ہے جس سے دوسرے کا بھلا مطلوب ہوتا ہے اور ہم تبلیغ بھی کرتے ہیں تو اس انداز سے کرتے ہیں جیسے ہم دوسرے کو شکست دے کر اپنے آپ کو اُس پر فاتح کے طور پر مسلط کرنا ہے۔ اب دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ بات ایک ہی ہے لیکن انداز بدل جائے تو اثرات بدل جاتے ہیں۔ہماری تبلیغ کا زیادہ رد کیوں ہوتا ہے؟ ہم سے ہر کوئی کیوں لڑتا ہے؟ اس لئے کہ ہم بات اس انداز میں کرتے ہیں کہ تم بے وقوف ہو' جاہل ہو' تم بدکار ہو' فاسق ہو' فاجر ہو' میں بڑا پارسا ہوں میں اپنی بات تمہیں بتاتا ہوں۔ تمہیں تو کوئی شعور ہی نہیں ہے۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں نہیں۔ انبیا علیہم السلام اس طرح دوسرے کو فتح نہیں کرتے دوسرے سے اتنا پیار کرتے ہیں' اتنی محبت کرتے ہیں' کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو منع کیا گیا۔قرآن کریم میں روکا گیا۔کہ آپ ﷺ اتنا دکھ نہ کریں کفار کا اتنا دکھ نہ کریں آپ ﷺ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لیں۔

لقد جاء کُم رسول ٌ من انفسکم

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونا نصیب ہوا۔

عزیز علیہ ماعنتم. آپ میں وہ رسول ﷺ آیا ہے کہ ٹھوکر تمہیں لگتی ہے دکھ اُسے ہوتا ہے۔عزیز علیہ ماعنتم۔اور یہ خطاب اولاد آدم علیہ السلام کو ہے۔مومن کافر سب اس میں شامل ہیں کہ ٹھوکر تمہیں لگتی ہے درد میرا نبی علیہ الصلوۃ والسلام محسوس کرتا ہے۔حریص علیکم۔ دو عالم سے بے نیاز ہے لیکن لوگو! تمہارے معاملے میں تو حرص کی حد تک چلا گیا کہ تمہیں اللہ کے غضب سے بچالے۔زیادہ سے زیادہ کو بچالے یہ تو عامتہ الناس کی بات ہے مومن کافر سب کی بات ہو رہی ہے۔ بالمومنین اور جب مومنین کی بات آتی ہے رئوف الرحیم. اُن کی خطاؤں کی بخشش کی بات کرتا ہے۔اُن پر اپنی رحمت کا سایہ کرتا ہے۔اب کوئی نکل کر بھاگے تو اُس کی اپنی مرضی۔لیکن اُس طرف سے بادِ کرم چلتی ہے اور ابر کرم ہمیشہ سایہ فشاں رہتا ہے۔

تو یہ سلیقہ یونہی نہیں آتا۔یہ باتوں سے نہیں آتا۔سمجھانے سے نہیں آتا۔یہ آتا ہے کہ اگر بندے کی ذاتی آشنائی رب العلمین سے ہو جائے۔یہ دیکھو مکے والے آقا نامدار ﷺ سے بگڑ گئے۔کمال ہے بتوں پتھر کے بتوں کو پوج رہے ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں مانتے ہو۔جس کا نہ جمال ظاہری میں کوئی ثانی ہے نہ بات کرنے میں جس کی کوئی مثل ہے۔حسن کلام' حسن گفتار' اور حسن لب و رخسار بے مثل و بے مثال ہیں۔ بہت حسین وجمیل ایک رئیس گھرانے کا چشم وچراغ جب بات کرتا ہے تو پھول جھڑنا تو ایک معمولی سی بات ہے۔ انوارات برستے ہیں۔نور کی بارش برستی ہے کیا ہوگا مکے والوں کو۔مجسم خداؤں کو پوجنے کے عادی تھے اگر محمد رسول اللہ کہہ دیتے کہ مجھے سجدے کرو تو مجھے یقین ہے کہ ہر مشرک پتھر کی نسبت محمد ﷺ کو سجدہ کرنا آسان سمجھتا۔ آپ ﷺ تھے ہی اس قابل' آپ ﷺ کے معجزات عالی' آپ ﷺ کے خصائل عالی' آپ ﷺ کا انداز عالی' آپ ﷺ کا رخ انور' آپ ﷺ کا جمالی عالی' ہر بات اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ قدموں پہ سر رکھ دیا جائے۔اور شاید مکے کا کوئی شخص بھی مخالفت

نہ کرتا لیکن عجیب بات ہے یہ عجیب بندہ ہے۔ یار ایک کالا حبشی غریب فقیر غلام آتا ہے اور یہ اُسے کہتا ہے میں بھی اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ﷺ ہوں اور تو اللہ کا بندہ ہے میرا کام تجھے اللہ سے روبرو کرنا ہے۔ میری عبادت نہ کر بلکہ میرے ساتھ میرے پہلو میں کھڑا ہو جا۔ میں اُس بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہوں تو بھی سجدہ ریز ہو اور اپنی بات خود کر لے۔ یہاں آ کر وہ پھنس جاتے تھے کہ یہ کونسا خدا ہے؟ جس کا یہ بھی اتنا کرتا ہے کہ خود نیچے سر رکھ کے سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے اور آنے والے کو خدا آشنا کر دیتا ہے۔ اب یہ جو خدا آشنائی آقا نامدار ﷺ نے عطا فرمائی اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

عرب کے خانہ بدوش صحرانورد بدو جو پشت ہا پشت سے نام کو تو کاروبار کرتے تھے لیکن حقیقت یہ تھی کہ جن کا زیادہ حصہ رزق کا لوٹ مار کا ہوتا تھا۔ اُن میں خدا آشنائی کا وہ درد پیدا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اللہ سے جب محبت بڑھی تو اللہ کی ساری مخلوق عزیز ہو گئی۔

پائے سگ بوسیدہ مجنون خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت مجنون سگ گاہے گاہے در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

مجنوں نے کتے کے پاؤں چوم لئے تو لوگوں نے کہا پاگل ہے، دیوانہ ہوا ہے، کتے کے پاؤں کے ساتھ کیا خصوصیت ہے؟ کہنے لگا یہ کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی سے گزرتا ہے۔ اگر مجنوں کو لیلیٰ کی گلی کا کتا عزیز ہے تو اللہ کے عاشقوں کو اللہ کی مخلوق عزیز نہیں ہے۔ یہ بات ہے جو انبیا علیھم الصلوۃ والسلام سے نصیب ہوتی ہے۔

اور وہ صحرانورد جو کبھی لوٹ کر کھاتے تھے اُن میں وہ جذبہ پیدا ہوا کہ دنیا میں کہیں کسی پر ظلم ہوتا تو چوٹ اُن کے دل کو لگتی اور وہ ظلم کو روکنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ کسی کو مٹانا۔ کسی کی حکومت چھیننا، کسی کا مال چھیننا، مقصد نہیں تھا اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تیئس برسوں میں وصال نبوی ﷺ کے بعد تیئس برسوں میں معلوم دنیا کی تین چوتھائی پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ جس میں ہر کافر کو بھی انصاف ملا۔ صرف مومن کو نہیں کسی کافر عورت کی چیخ سنائی نہیں دیتی۔ کسی کافر بوڑھے کی آہ سنائی نہیں دیتی۔ کسی کافر بچے کا آنسو ٹپکتا ہوا سنائی نہیں دیتا۔ اسلام قبول کرنا یا نہ کرنا یہ اُس کی بات تھی اُس کے رب کی تھی وہ پہنچا دیا گیا۔ لیکن زندگی کا حق، انصاف، زندہ رہنے کا حق، عقیدہ رکھنے کا حق، خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہاد میں اُن لوگوں پہ تلوار نہ اٹھائی جائے جو مقابلے کے لئے نہیں نکلتے۔ کسی کا معبد ویران نہ کیا جائے۔ خواہ اُس میں وہ آگ پوجتے ہیں یا بت پوجتے ہیں۔ جو لوگ معبد میں بیٹھے عبادت انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ غلام ہو کر جنگی قیدی غلام ہو کر آئے۔ اپنی آگ پوجنے والے آگ پوجتے رہے۔ بت پوجنے والے بت پوجتے رہے۔ مدینہ منورہ میں کسی نے اُن پر قدغن نہیں لگائی۔

نبی اپنی بات اس لئے نہیں منوانا چاھتا کہ میری بات تم پر مسلط ہو جائے اور تمھاری بات کم پڑ جائے

بھئی آج کا حال سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک مسجد کو دوسری مسجد سے فروعی اختلاف ہیں اُس پہ بم گرا دو۔ اُس پہ گولی چلا دو۔ یہ فیضان نبوت نہیں ہے۔ یہ ویرانیاں جو قومی زندگی میں آرہی ہیں۔ یہ نفرتیں جن کا ہم شکار ہیں ہم کیسے مسلمان ہیں کہ نماز پڑھنے کے لئے باہر بندوق بردار کھڑے نہ کئے جائیں تو بڑا خطرہ ہے۔ مسجد تو جائے امن ہے۔

اولٰیک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین. کسی کو زیب نہیں دیتا کہ مسجد میں آئے اور اُس پر ہیبت الٰہی طاری نہ ہو۔ تو اللہ کی مخلوق کا خیر خواہ بن جائے گا۔ آپ اپنی زندگی میں دیکھ لیجئے۔ آپ میرے پاس تشریف لاتے ہیں۔ میرے ساتھ لوگ بھی ہیں، میرے پاس مویشی بھی ہیں، اونٹ ہیں، گھوڑے ہیں، بھینس ہیں، بیل ہیں، تو آپ اگر آ کر میرے جانوروں کو پیٹنا اور اُن کی رسیا تڑا کر انہیں بھگانا شروع کر دیں تو مجھے آپ کتنے اچھے لگیں گے؟ اگر میں آپ کو اچھا لگوں گا تو یہاں کی ہر چیز آپ کو اچھی لگے گی۔ ہر چیز کا بھلا چاہیں گے۔ اگر بندے میں بھی اتنی غیرت اور حیا ہے تو اللہ تو سب سے بڑا غیور ہے۔ اُسے اپنی مخلوق بڑی عزیز ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی مثال دے کر فرمایا میری مثال ایسے ہے جیسے ویرانے میں آگ جل رہی ہو اور پروانے دور دور سے آ کر اُسمیں گرنا چاہتے ہیں اور کوئی جھولی پھیلا پھیلا کر انہیں آگ سے بچا رہا ہو۔ لوگ جہنم کی طرف بھاگ رہے ہیں اور میں پکڑ پکڑ کر انہیں بچا رہا ہوں۔ قرآن کریم نے منظر کشی کی اور شاید ہم اُس منظر کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ فرمایا۔

کنتُم اعداءً. ارے تم تو صرف دشمن تھے۔ روما کی سلطنت تھی' کسریٰ' ایران موجود تھا' خاقان چین کی حکومتیں تھیں' قبائل سردار موجود تھے' ریاستیں تھیں' فوجیں تھیں' گورنر تھے' صوبے تھے' لیکن ہر کوئی ایک دوسرے کا دشمن تھا۔ بیٹے کا داؤ چلتا تو باپ کی گردن کاٹ کر صبح تاج پہن کر بیٹھ جاتا۔ گورنر کا داؤ چلتا تو بادشاہ کے خلاف بغاوت کر دیتا۔ بھائی کا داؤ چلتا تو بھائی کی گردن کاٹ دیتا۔ کنتُم اعداءً

اے انسانو! تم صرف دشمن تھے تم کچھ بھی نہیں تھے۔ جسے موقع ملتا دوسرے کو نقصان پہنچاتا۔ میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا کیا۔ فرمایا

فالف بین قلوبکم . واہ تمہارے دلوں سے محبت کے دریا جاری ہو گئے۔ نفرتوں کی جگہ محبتوں نے لے لی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے آ کر تمہیں محبتوں سے آشنا۔ فالف بین قلوبکُم فاصبحتُم بنعمتہٖ اخواناً. اور تم پلٹ جھپکنے میں بھائی بھائی ہو گئے۔ جو دشمن تھے وہ ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔ لوٹ کر کھانے والے اپنا مال دوسروں پر لٹانے والے بن گئے۔ ظالم عادل بن گئے بلکہ ظلم کو دنیا کے دوسرے کونے تک بھگا کر لے گئے۔ کافر سے بھی اسلام نے نفرت نہیں سکھائی۔ کفر سے نفرت سکھائی ہے اُس کا جو کافرانہ کردار ہے۔ جیسے ڈاکٹر مریض سے نفرت نہیں کرتا اُس کے مرض سے ضرور کرتا ہے۔ مریض سے دوستی کر کے مرض سے دشمنی کرتا ہے۔ مرض کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ ساری دوائیں اُس جرثومے کو قتل کرنے والی دیتا ہے مریض کو نہیں اگر ڈاکٹر مریض ہی کو قتل کرنے لگے تو علاج کس بات کا۔ بندہ مومن محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہے۔ خیر امت کا جو حصہ ہے وہ دوسروں کو حیات دینے کے لئے ہے موت نہیں۔ جہاد میں بھی عین میدان کارزار میں اگر اگلا اپنے ظلم سے باز آنے کا اقرار کر لیتا ہے تو تلوار رک جاتی ہے۔

> وہ صحرا نورد جو کبھی لوٹ کر کھاتے تھے ان میں وہ جذبہ پیدا ہوا کہ دنیا میں کہیں کسی پر ظلم ہوتا تو چوٹ اُن کے دل کو لگتی ہے اور وہ ظلم کو روکنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے کسی کو مٹانا' کسی کی حکومت چھیننا کسی کا مال چھیننا۔

حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے ایک شخص اس طرح قتل ہو گیا کہ عین جب انہوں نے تلوار اٹھائی تو اُس نے کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھ دیا۔ انہوں نے تلوار کھینچی اور اُسکا سر الگ ہو گیا۔ بات بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچی اور دوسرے ساتھیوں نے پہنچائی کہ یا رسول اللہ ﷺ اُس غریب نے تو کلمہ پڑھ لیا تھا۔ انہوں نے خواہ مخواہ اُس پہ تلوار کھینچ دی۔ جب حضرت خالدؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں سمجھا تھا کہ یہ اب اس کی تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ مجھ سے مقابلے میں ہار گیا ہے اور اب جب موت دیکھی ہے تو کلمہ پڑھ کے جان بچانا چاہتا ہے۔ اس نے خلوص سے نہیں پڑھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خالدؓ کیا تو نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا۔ اور جب اُسنے کلمہ پڑھ لیا تھا کیسے پڑھا؟ تلوار روک لینی چاہیے تھی۔

اگر جو اللہ سے اتنے دور ہیں۔ اُن کے لئے اتنی گنجائش موجود ہے تو کسی کلمہ گو کو قتل کرنا پھر حالت نماز میں مارنا' بازاروں' بسوں' ریلوں میں مارنا' ایک آدمی سارا دن مزدوری کرتا ہے اُسے دس روپے' پانچ روپے' بیس روپے' پچاس روپے' دیہاڑی مل گئی سو مل گئی تو کیا ہو گیا۔ اسی (80) روپے مزدور کی اُن دنوں یہاں مزدوری تھی۔ اب تو پتہ نہیں ایک سو بیس ہے یا کتنی۔ تو میں نے ایک مزدور سے پوچھا کہ بھئی اسی روپے تو کافی رقم ہے ہم نے تو ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپے پہ مزدوری کرائی ہے۔ ڈیڑھ روپے پہ مزدور رکھے ہیں اب تو کافی نرخ اونچے ہو گئے۔

کہنے لگا جی میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میرے پاس اسی روپے ہیں دکاندار سے میں چائے کا ایک چھوٹا سا ڈبہ لوں گا۔ وہ پچھتر روپے میں ملے گا۔ پانچ روپے میرا اب یہاں سے گھر جانا اور صبح واپس آنے کا کرایہ ہے۔ آج کی ساری مزدوری سے ایک چھوٹا سا ڈبہ چائے کا لیا۔ پھر کل آٹا یا چینی لوں گا اب اس بندے کو جو ایک ڈبہ لیکر جا رہا ہے آپ راستے میں بم چلا کر مار دیں گولی مار دیں۔ کیا یہ مارنے والا اُس درد سے آشنا ہے جو محمد رسول اللہؐ نے لیا۔ جسے اسلام کہتے ہیں۔ جسے مسلمانی کہتے ہیں۔ وہ کیا ہے؟ کوئی جانور ہے' کوئی بندے کا حلیہ بدل جاتا ہے۔ کوئی اُس کے سینگ نکل آتے ہیں۔ کیا ہے مسلمانی! ایک کیف ہے جو محمد رسول اللہؐ سے دلوں میں اتر جاتا ہے۔ جو وہ کیفیت عطا کر دیتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح بندہ اللہ سے محو گفتگو ہو جاتا ہے۔ یعنی کیا شان ہے کہ چودہ سو سال بعد ساری عمر کا کافر' فاسق' فاجر' شرابی' کبابی' توبہ کرتا ہے۔ کلمہ پڑھ لیتا ہے۔ اُسی وقت اللہ کے حضور وضو کر کے کھڑا ہو جائے گا اُس سے باتیں کرے گا۔

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تُو نے

اِس مشتِ غبار کو وہ بلندی اور علو مرتبت بخشا کہ تُو نے اُسے اللہ سے مخاطب کرا دیا۔ اب جو اللہ سے بات کرتا ہے کیا وہ اللہ کی مخلوق پر غضب بن کے پلٹے گا یا اللہ کی رحمت کا پیام لائے گا۔

میرے بھائی ہم نے عبادات کو بھی ایک سکہ سمجھ کر تجارت شروع کر دی۔ اتنے روزے رکھو اتنی حوریں ملیں گی۔ اتنے محل ملیں گے اتنی نمازیں پڑھو اتنے کھانے ملیں گے اتنے لباس ملیں گے۔ یہ کچھ نہیں سب فضول ہے یہ کوئی سوداگری نہیں ہے۔ کچھ نہیں ملے گا سوائے وصالِ الٰہی کے اور اگر وصالِ الٰہی نہ ملا تو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جنت کیا ہے؟ ایک خاص سٹیٹس کے لوگوں کی رہائش گاہ ہے۔ اب گورنر ہاؤس کے آپ گنتے رہیں کہ اس میں اتنے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہاد میں اُن لوگوں پہ تلوار نہ اٹھائی جائے جو مقابلے کے لئے نہیں نکلتے۔ کسی کا معبد ویران نہ کیا جائے۔

فانوس ہیں۔ اُس میں اتنے پلنگ ہیں۔ اُس میں اتنے کھانے ہیں۔ اُس میں اتنے خدام ہیں۔ اُس میں اتنے نوکر ہیں لیکن وہ آپ گورنر بنیں گے تو ملے گا۔ گننے سے نہیں' آپ حوریں شمار کرتے رہیں' آپ پھل' میوے' دودھ' اور شہد کی نہریں شمار کرتے رہیں سب کچھ وہاں آپ جو کچھ شمار کرتے ہیں اس سے زیادہ ہے لیکن ملے گا تب جب آپ اللہ سے ہم کلام ہوں گے۔ اللہ کے مہمان بن کے جائیں گے۔ اللہ کے طالب بن کے جائیں گے۔ اللہ کے حضور جائیں گے تو آپ کی رہائش گاہ تو شاہی مہمان خانہ ہے باغی اور مجرم ہو کر اللہ کی مخلوق کو پریشان کر کے' انہیں تباہ کر کے' انہیں ایذا دے کے' دکھ دے کے' گرفتار ہو کے' پکڑے ہوئے جائیں گے تو جیل جائیں گے۔ بھائی پھر آپ کو حور و قصور سے کیا۔ تو تمام عبادتوں کا حاصل یہ نہیں ہے کہ جنتیں ملیں گی۔ عبادت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے ہونے کا یقین کتنا کامل ہوا ہے؟ ساری عبادت کا صرف ایک حاصل ہے۔ نماز کا' روزے کا' اعتکاف کا' ذکر کا' مراقبے کا' کہ اُسکے ہونے کا یقین ہو جائے۔ اپنے وجود کا ادراک ہو جائے اور یہ پتہ چل جائے۔

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ'. آقا نامدار ﷺ نے فرمایا کہ تو سجدہ کرے تو تو اللہ کو دیکھ رہا ہو۔ ان تعبد اللّٰہ. کی عبادت کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن تراہُ. اور اگر یہ کیفیت نہیں ہے پھر یہ یقین کامل ہو کہ فانہٗ یراک۔ میں اس قابل نہیں لیکن میرا رب تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ بھی نہیں تو پھر ایکسرسائز ہے۔ کرتے رہو اٹھتے بیٹھتے رہو۔ سفر کرتے رہو۔ بیت اللہ سے ہو آؤ۔

میرے بھائی! اگر عبادت عملی زندگی میں تبدیلی نہیں لاتی اور عملی زندگی میں تبدیلی نور یقین سے آتی ہے اللہ کی عظمت کا یقین اللہ کے ہونے کا یقین۔ اپنی بات اللہ سے کرنے کا یقین اور جب بندہ اللہ سے بات کر لے اور اُسے یقین ہو کہ میرا مخاطب اللہ ہے مجھ سے بات کر رہا ہے سن رہا ہے اگر اللہ سے بات کرنا

ہو تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں جو چاہے کہ میں اپنے پروردگار سے باتیں کروں۔ فلیقرء القرآن . وہ قرآن پڑھنا شروع کردے۔ اللہ تم سے باتیں کرے گا۔ ہم قرآن پڑھتے ہیں اللہ کی طرف سے ہے بندوں پر نازل ہوا۔ یہ عذاب کی ایت کافروں کے لئے ہے۔ یہ جو درجات کی آیت ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیھم اجمعین کے لئے ہے۔ اولیا اللہ کے لئے ہے۔ یہ مومنین کے لئے ہے۔ یہ بھی انداز صحیح نہیں' انداز صحیح یہ ہے کہ میں ہوں اور میرا رب ہے۔ اب جو بات کررہا ہے وہ میرے ساتھ کررہا ہے۔ یہاں لکھا ہوا ہے۔

واللہ علیم' الظلمین. مجھے کہہ رہا ہے کہ میں نے ظلم کرنے والوں کو تاڑا ہوا ہے۔ تو نہ اُس میں شامل ہو جانا۔ اب اس کو اس طرح نہ چھوڑ دو کہ جو ظلم کرتے ہیں اُن کے لئے ہے۔ میں تو نہیں کرتا ہوں بھئی اُن کی بات ہمارے ساتھ میرے ساتھ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے ساتھ اس لئے کررہا ہے کہ واللہ علیم' الظلمین. میں نے ظالموں کو تاڑا ہوا ہے۔ مجھ سے کوئی چھپا ہوا نہیں' اُن سے میں نبٹ لوں گا۔ کہیں تو اُس طرف نہ چلا جانا ورنہ مارا جائے گا۔ اس پہ نہ رہے کہ یہ مزے میں ہیں۔ مزے نہیں کررہے میں نے اُن کو گھیرا ہوا ہے۔ میری نظر میں ہیں۔

قُل ان الموت الذین تفرون منہ فانہ' ملقیکم. بھئی موت سے بھاگتے پھرتے ہو۔ موت نے تو تجھے گلے لگانا ہے۔ مجھ سے بات کررہا ہے۔ آپ پڑھیں تو آپ سے کررہا ہے۔ ہم اس طرح پڑھتے ہیں کہ یہ لوگوں کی یہ لوگوں کی بات نہیں بات ہماری ہے اور جب اس نظر سے قرآن کریم کو پڑھا' دیکھا' سنا اور سمجھا جائے پھر سوچ میں بھی تبدیلی آتی ہے۔ افکار میں بھی تبدیلی آتی ہے۔ روح میں بالیدگی آتی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا اثر مادی عناصر تک جاتا ہے۔ جسمانی صحت بھی بہتر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جسمانی

اگر وصال الٰهی نہ ملا تو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

ذرات جو ہیں مادی جو جسم کا حصہ یا جن سے مل کر جسم بنا ہے۔ یہ بھی اُس سے متاثر ہوتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا رب ارنی انظر الیک. اللہ اب رہا نہیں جاتا۔ مجھے اپنا دیدار کرادے۔ میں نہیں رہ سکتا۔ اللہ کا نبی علیہ السلام ہے۔ جانتا بھی ہے' پتہ بھی ہے' میں عالم دنیا میں ہوں' یہ دار دنیا ہے اور یہ ساری دنیا اُس کے جمال جہاں آرا کی تاب نہیں لاسکتی۔ جب اُس کی بارگاہ میں جائیں گے پھر ہر کوئی دیکھے گا۔ وہاں کا عالم اور ہوگا؟ نگاہ اور ہوگی؟ لیکن کوئی عشق کو کیا سمجھائے۔ ایک درد ہے۔ ایک تڑپ ہے۔ ایک تمنا ہے۔ رب ارنی انظر الیک۔ اے اللہ دیکھے بغیر مزا نہیں آرہا۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام لن ترانی. میرے نبی تو زمین پہ بیٹھا ہے۔ میں نے تجھے اپنے کلام سے نوازا ہے۔ کلمہ' ربہ'. میں تجھ سے باتیں کرتا ہوں لیکن یہ درمیان سے پردہ نہ اٹھا ہاں اگر تو دیکھنا چاہتا ہے تو ذرہ اس پہاڑ کی طرف نگاہ کر۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ' دکاً. اور جب پہاڑ پر کوئی ذرہ سا ایک کرن کہیں معمولی سی جمال جہاں تاب کی پڑی اُس کے پرخچے اڑ گئے۔ خرا موسیٰ صعقاً اور موسیٰ علیہ السلام جو دوسری طرف کھڑے تھے صرف نظارہ جمال سے بیہوش ہو گئے۔

تو جمال باری کلام باری میں ملفوظ ہوتا ہے۔ متکلم کا جمال اُس کے کلام میں ہوتا ہے جو جس کی بات آپ کچھ عرصہ سنتے رہیں ایک آدمی کے ساتھ اُس کی بات آپ سنتے ہیں۔ اُس کی عادتیں آپ میں آجائیں گی۔ آپ کسی بندے کو کہیں بٹیر لڑانے والوں کے ساتھ کچھ عرصہ رہنے دیں۔ بعد وہ بھی بٹیر اٹھائے پھرتا ہوگا۔ صرف وہ باتیں سن سن کر وہ چیز متاثر کر جائے گی۔ اگر ایسوں کی آتی ہے تو کسی کو نیک آدمی کے پاس' نیکی کی باتیں سنتے سنتے از خود اُس میں ڈھل جائے گا۔ اسی طرح جب اُسے جمال باری نصیب ہوتا ہے یا کلام باری سے

۔جمال باری اخذ کرتا ہے متکلم کا جمال اُس کے کلام سے لیتا ہے۔قرآن حکیم کو اس انداز سے پڑھتا ہے کہ میرے ساتھ بات ہو رہی ہے۔ میرا رب کر رہا ہے۔تو جو انوارات اُس میں آتے ہیں وہ نہ صرف روح کو بالیدگی بخشتے ہیں بلکہ اُس سے جسمانی صحتیں بھی درست ہوتی چلی جاتی ہیں۔اور دو عالم سدھرتے چلے جاتے ہیں۔محبتیں بڑھتی ہیں۔اسلام محبتوں کا مذہب ہے۔اللہ کی مخلوق سے محبت' اگر کوئی کافر بھی ہے' اگر کوئی گناہگار بھی ہے' تو محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اُسے گناہ سے' کفر سے' بچایا جائے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہے یا مظلوم۔عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ مظلوم ہو تو اُس کی مدد کریں۔یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے۔اب ظالم ہے' ظلم کر رہا ہے' اُس کی کیا مدد؟ فرمایا اُسے ظلم سے روک کر اُس کی مدد کرو۔مظلوم کو ظلم سے بچا کر اُس کی مدد کرو اور ظالم کو یہ سمجھا کر کہ بھئی ظلم نہیں کرو۔یہ اچھی بات نہیں ہے۔اُسے ظلم سے روک کر اُس کی مدد کرو۔اُسے بھی محروم نہ رکھو۔ اُس سے نفرت نہ کرو۔اُس ظلم سے' اُس بُرے کام سے' اُس بُرائی سے' نفرت کرو۔

تو اندازہ کیجئے اسلام کیا ہے؟ مسلمان کیا ہے؟ اور ہم آج کیا بن رہے ہیں؟ الحمدللہ اللہ کریم نے ہمیں رمضان کی سعادتیں نصیب فرمائیں۔اللہ نے اعتکاف کی سعادت احباب کو بخشی' کتنا کریم ہے کہ کچھ لوگوں کو اپنے پاس پکڑ کر بٹھا لیا کہ یہ دس دن صرف میں ہوں گا تم کسی سے بات ہی نہ کرو بس میرے ساتھ ہی باتیں کرتے رہو۔ اگر ہم اسے بھی رسم ہی سمجھیں تو پھر ہمارا کیا ہوگا؟ اب جس بندے کو اُس نے بلا کر اپنے حضور اپنے گھر میں بٹھا لیا کہ بھئی تم کسی سے کوئی بات سوائے ضرورت کے نہیں کرو گے۔سارا رات دن میرے ساتھ باتیں کرتے رہو۔اُس بندے کو بدل نہیں جانا چاہئے۔ ایک صحرائی کو' گڈریے کو' چرواہے کو آپ ایوان سلطنت میں دس دن چھوڑ دیں

عملی زندگی میں تبدیلی نور یقین سے آتی ہے اللہ کی عظمت کا یقین اللہ کے ہونے کا یقین

واپس آئے گا تو گڈریا نہیں ہوگا۔وہ دس دنوں میں اُس کا حال بدل جائے گا۔وہ تو پریذیڈنٹ آف سٹیٹ سے بات کرتا ہے۔ پرائم منسٹر سے بات کرتا ہے۔اُن کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیتا ہے۔اُسے تو سارے آداب آ جائیں گے۔اُن دس دنوں کو وہ زندگی کی ضمانت بنا لے گا کہ بھئی مجھے یہ کام زیب نہیں دیتا۔

کراچی کا ایک شتربان تھا۔ اونٹ' ریڑھی' چلانے والا۔امریکہ کا صدر یہاں دورے پہ آیا وہ جا رہا تھا۔بشیر نامی تھا۔اُس نے روک کر اُس کی اونٹ گاڑی دیکھی۔اُس نے کہا تم میرے مہمان ہو امریکہ آؤ۔ یہاں سے سرکاری طور پر اُسے امریکہ بھیجا گیا۔وہ امریکہ سے آ کر پھر کبھی اونٹ گاڑی تو نہیں چلائی۔اُسے سارے آداب بھی آ گئے ۔ وہ ایک اور معاشرے کا بندہ بن گیا۔پھر اُس نے اونٹ نہیں رکھے۔ نہ اونٹ گاڑی رکھی ۔ نہ سڑکوں پر ہمیں وہ نظر آیا۔ کیوں امریکہ تو وہ دو دن یا تین دن پریذیڈنٹ آف یونائیٹڈ سٹیٹس کے ساتھ رہا۔اُن تین دنوں میں بندہ ہی اور ہو گیا۔وی آئی پی بن گیا۔یہاں کے تو پرائم منسٹر منسٹر اور پریذیڈنٹ اُسے بھاگ بھاگ کر بلاتے تھے کہ یہ پریذیڈنٹ آف امریکہ کا دوست ہے۔

جو دس دن خلوت میں' تنہائی میں' اللہ کے ساتھ رہے اُسے بدلنا نہیں چاہئے۔پتہ چلنا چاہئے کہ یہ تو وہ بندہ ہے جو اللہ کریم کے روبرو دس دن بیٹھا رہا۔اتنا تو کیسی بات ہے اس کی بات تو اللہ سنتے رہے اور اپنی بات اُسے سناتے رہے۔اُسے تو پھر دنیا کے درد کی دوا بن جانا چاہئے۔لوگوں کے دکھوں کا مداوا بن جانا چاہئے اور اگر مسجد سے دس دن بعد ہم نکلے تو ویسے رسہ تڑا کے آ گئے جیسے دس دن کسی نے باندھے رکھا تھا۔وہ دس دن کا بھی ہم نے ارمان پورا کیا کہ کچھ اور سینگ ماروں گا۔کسی کو نقصان پہنچاؤں اور دنیا کو طے کر دوں گا ہر کوئی مجھ سے ڈرتا پھرے تو پھر یہ تو اسلام نہیں ہے۔اسلام ایک درد ہے جو اللہ کی ساری مخلوق کے لئے شفقتیں

محبتیں اور بھلائیاں چاہتا ہے عبادت اُس درد کے حصول کا سبب ہے خواہ وہ نماز ہے' زکوۃ ہے' روزہ ہے' حج ہے' سارا حلیہ اس لئے ہے کہ دل کا زنگ اُتارا جائے۔

لکل شی صقالتہ وصقالتہ القلوب ذکر اللّٰہ او کماقال رسول اللّٰہ ﷺ۔ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے۔ زنگ لگجائے' میلی ہو جائے' دلوں کی پالش اللہ کا ذکر' اللہ کی یاد ہے۔ اپنا محاسبہ کیجئے ہم ساری دنیا کا احتساب کرتے ہیں۔ اپنا محاسبہ نہیں کرتے خود کو ترازو پہ رکھیے۔ اپنی پہلی زندگی' اپنی پہلی سوچوں کو' ترازو پہ رکھیے اور ایک جمعتہ الوداع کی اللہ کی حضوری اور اللہ کی ملاقات کو ترازو میں رکھ کر دیکھیئے۔ اللہ کرے اس چند لمحے کی حضوری سے ہماری زندگی بدل جائے۔ جنہیں اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ پورا آخری عشرہ جب بارگاہ باری میں حاضر رہے ہیں۔ تو واپس آئیں تو انہیں تو شفقتوں کا آمین ہونا چاہئے۔ دکھ درد کا مداوا ہونا چاہئے۔ لوگوں کے لئے مشعل راہ بن جانا چاہئے اور بھٹکے ہوئے مسافروں کو اللہ کی طرف منزل کی نشان دہی کرنے والا بن جانا چاہئے۔ سو میرے بھائی! اپنی عبادات کا' اپنے اذکار کا' اپنی تلاوت کا' اپنے اعتکاف کا اور اپنے رمضان کا محاسبہ کیجئے اللہ کریم ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرمائے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اپنی مخلوق کے لئے اپنی رحمت کا نمائندہ بنا دے۔ آمین ☆☆☆

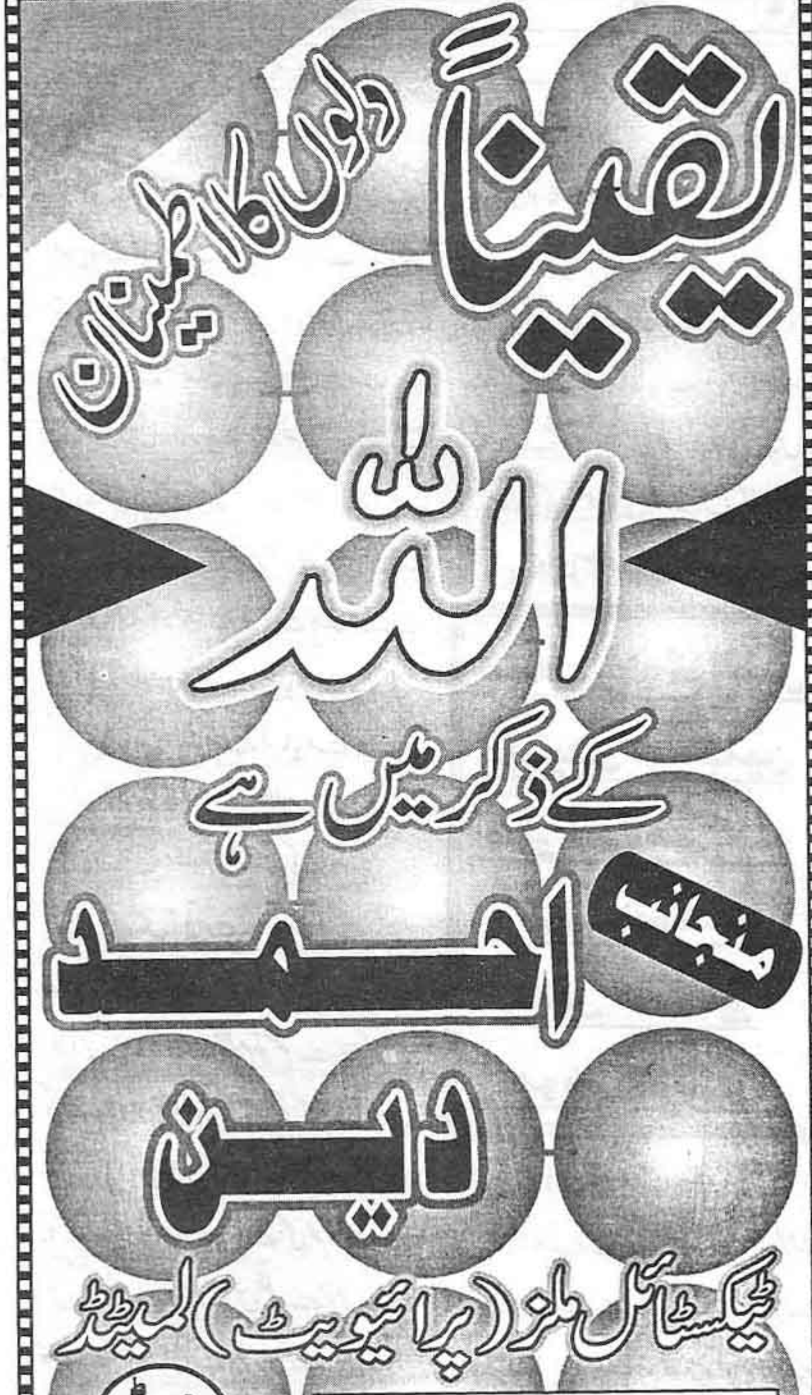

اطمینانِ قلب کی حقیقت

جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے تو پھر وہ اللہ کے اتنے قریب آ جاتے ہیں کہ اللہ کے بغیر جینے کا تصور اُن کے پاس نہیں ہوتا۔ سوتے میں اللہ اللہ کرتے ہیں' جاگتے میں اللہ اللہ کرتے ہیں' سفر میں اللہ اللہ کرتے ہیں' حضر میں اللہ اللہ کرتے ہیں' اُٹھتے بیٹھتے ہر لمحہ اللہ کی یاد کے علاوہ وقت نکل جائے یہ اُن سے برداشت نہیں ہوتا اور فرمایا یہ بھی یاد رکھو۔ دلوں کو قرار ملتا بھی اللہ اللہ سے ہے اور ایسے لوگوں کو ایمان بھی نصیب ہوتا ہے

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 04-04-9

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

ویقول الذین کفرُوا لولا اُنزِل علیہِ ایتۃُ من ربہٖ. قُل اِنَّ اللّٰہ یُضلُّ من یّشاء ویھدی الیہ من اناب. الذین امنو وتطمئن قُلوبھم بذکر اللّٰہ . الا بذکر اللّٰہ تطمئنُ القلوبُ. الذینَ امنو وعملو الصلِحت طوبیٰ لھُم وحُسنُ مابo

حضور اکرم ﷺ کی بعثت' آپ ﷺ کی دعوت اور نزول قرآن کریم یہ اتنی بڑی کھلی اور واضح نشانیاں ہیں کہ جس کی بھی عقل سلامت ہو اُسے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک ایسے زمانے میں جس میں روئے زمین پر اللہ کے نام سے کوئی آشنا نہ ہو۔ ایک ایسے دور میں جس میں ساری روئے زمین ظلم اور جبر کی لپیٹ میں ہو۔ ایک ایسے دور میں جس میں صرف طاقت کی زبان مانی جاتی ہو اللہ کا ایک بندہ ﷺ کھڑے ہو کر ساری مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دیں' ظلم کا مقابلہ کریں' لوگوں کے لئے' اللہ کی مخلوق کے لئے اور انہیں ظلم سے بچانے کے لئے اور اُس دعوت میں اتنی قوت ہو کہ ایک ذات سے شروع ہو کر اس طرح سے وہ پھیلے کہ چند برسوں میں روئے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ پھر اللہ کی ایسی کتاب پیش فرمائے جو پہلی بار ساری انسانیت کے مسائل کا حل ارشاد فرماتی ہو۔ اس سے پہلے کتابیں بھی نازل ہوئیں' صحیفے بھی نازل ہوئے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی مبعوث ہوئے' اللہ کے رسول بھی آئے لیکن اُن نبیوں اور رسولوں کا علاقہ اور زمانہ دونوں محدود ہوتے تھے۔ اُن کتابوں میں بھی اُن اقوام یا اُن لوگوں کے مسائل کا حل ہوتا تھا جن کی طرف وہ نبی یا رسول مبعوث ہوتا تھا۔ یہ پہلی بار ایسا ہوا کہ روئے زمین پر جب کوئی قاعدہ قانون نہیں رہا تو ایک ایسی کتاب نازل ہوئی جس نے ساری انسانیت کے لئے ضابطے متعین فرمائے اور ایسے ضابطے متعین فرمائے جو نزول کتاب سے لیکر قیام قیامت تک ہر زمانے کے لئے موجود ہیں اور موجود رہیں گے۔ ایک ایسی ہستی جس کے کرم کی حد یہ ہے کہ دنیا بھر کے کفر و شرک اور ظلم و جور میں لتھڑے ہوئے لوگوں کو اپنے دامان رحمت میں جگہ دینے کے لئے ہر وقت دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر پہ مصر ہیں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ کافر یہ کہتے ہیں۔

ویقول الذینَ کفرُوا لولا اُنزل علیھم ایتۃُ' ان پر کوئی نشانی نازل کیوں نہیں ہوتی؟ کوئی دلیل نازل نہیں ہوتی؟ یعنی اُن کے نزدیک یہ سب کچھ دلیل کا درجہ نہیں رکھتا۔ اللہ کریم اسکا جواب یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

قُل اِنَّ اللّٰہ یضلُّ من یشاء ویھدی الیہ من اناب. دیکھو اللہ بڑا بے نیاز ہے اور لاکھوں نشانیوں کے باوجود وہ نہ چاہے تو کسی کو ایک نشانی بھی نظر نہیں آتی' وہ نہ چاہے تو کوئی بھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ دلائل سے' نشانیوں سے' ہدایت پانے کے لئے ایک شرط ہے اور وہ شرط ہے۔ ویھدی الیہ من اناب۔ جس کے دل کی گہرائی میں یہ آرزو پیدا ہو جائے کہ اللہ مجھے حق دکھا دے یا میں حق تلاش کروں اُسے ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور اگر کوئی اپنے دل کی گہرائی سے اللہ کے قریب آنا ہی نہ چاہے تو اللہ کو اُس کی ضرورت نہیں ہے کہ اُسے پکڑ کر لے آئے۔ ورنہ تو وہ قادر ہے اُس کے حکم سے ساری مخلوق

پیدا ہوتی ہے۔ وہ جیسی شکل چاہتا ہے بناتا ہے۔ کوئی اُس میں چوں چراں نہیں کر سکتا۔ جیسا قد کاٹھ چاہتا ہے بناتا ہے کوئی اُس میں دم نہیں مار سکتا۔ وہ صحت دے دے وہ قادر ہے بیمار کر دے قادر ہے۔ جب موت دے دیتا ہے تو کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔ اگر وہ چاہتا تو اس طرح سب کو ایک مذہب پہ بھی پابند کر سکتا تھا لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا یہ فیصلہ اُس نے انسان پر چھوڑ دیا ہے کہ جس فرد کو میں نے اتنی عزت دی ہے۔ اتنا شعور دیا ہے اور ایک استعداد دی ہے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ سائیکالوجسٹ جو ہیں، جب وہ تجزیہ کرتے ہیں انسانی ذہن کا اور انسانی دماغ کا تو ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں اگر کوئی بہت ہی قابل آدمی ہوتا ہے جسے جینیئس کہا جاتا ہے کہ فلاں تو جینیئس ہے۔ جینیئس اُسے کہا جاتا ہے کہ جس جیسا قابل انسان ڈھونڈے سے نہ ملے۔ تو وہ کہتے ہیں جی جو جینیئس ہوتا ہے۔ وہ اپنے دماغ کا دس فیصد حصہ استعمال کرتا ہے۔ یعنی دنیوی امور کو سمجھنے کے لئے، دنیوی علوم کو سمجھنے کے لئے، جدید اور اعلیٰ علوم کو سمجھنے کے لئے، جدید تحقیقات کو سمجھنے کے لئے، اگر کوئی جینیئس کے درجے پہ پہنچ جاتا ہے کہ اُس شعبے میں اُس جیسا کوئی دوسرا بندہ روئے زمین پر نہیں اور وہ اپنا دماغ بہت زیادہ استعمال کرتا ہے تو وہ جینیئس بھی زیادہ سے زیادہ دس فیصد حصہ دماغ کا استعمال کرتا ہے۔ باقی اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو ایک فیصد سے بھی کم استعمال کرتے ہیں۔ تو اگر دنیوی امور کے لئے یعنی انتہائی قابلیت تک دس فیصد دماغ کافی ہے تو یہ نوے فیصد باقی کا کیوں دیا گیا؟ اُس کا مصرف کیا ہے؟ چونکہ اللہ کریم کوئی چیز بے مقصد تو تخلیق نہیں فرماتے۔ کوئی چیز بلا مقصد تو عطا نہیں کی گئی، یہ نوے فیصد حصہ جو ہے یہ وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو اہل اللہ ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو اللہ کو پانا چاہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو اس دنیا میں رہ کر آخرت کی زندگی جی رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ استعمال کرتے ہیں

> یہ پہلی بار ایسا ہوا کہ روئے زمین پر جب کوئی قاعدہ قانون نہیں رہا تو ایک ایسی کتاب نازل ہوئی جس نے ساری انسانیت کے لئے ضابطے متعین فرمائے۔

وہ بات تو یہاں کرتے ہیں لیکن اُس کے نتائج کو میدان حشر میں دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ جو لوگ کام تو اس دنیا میں کرتے ہیں لیکن اُن کی نگاہ عاقبت پہ ہوتی ہے اور دو عالم اُن کی نگاہوں میں ہوتے ہیں کہ اِس کام کا نتیجہ یہاں کیا ہونے والا ہے؟ کیا ہونے والا ہے؟ اس بات کا اثر بارگاہ نبوی ﷺ میں کیا لیا جائے گا۔ اس بات کا اثر بارگاہ الوہیت میں کیا لیا جائے گا۔ وہاں سے میرے لئے کیا نتائج مرتب ہوں گے؟ گویا ساری دنیا کے علوم ایک بندہ از بر کر لے اُسے دس فیصد دماغ چاہئے۔ اور دین کے لئے اُسے سو فیصد چاہیے۔ آخرت کے لئے سو فیصد چاہئے۔ اب اگر کوئی عقل کا اندھا عقل کو استعمال نہیں کرتا۔ ایک آدمی کے پاس کروڑوں روپے جمع ہیں لیکن وہ اپنے پینے کے لئے پانی نہیں منگواتا، کھانے کے لئے دو پیسے خرچ نہیں کرتا تو بھوک سے مر جائے تو کیا حرج ہے؟ اُسے مرنا ہے بھوک سے صرف دولت جمع کرنے سے تو اُس کی زندگی بسر نہیں ہوگی۔ اسی طرح صرف دماغ کو سر میں اٹھائے پھرنے سے انسان نہیں بن جاتا کہ اُس کے سر میں انسانی دماغ ہے۔ اس دماغ کو انسانوں کی طرح استعمال بھی کرے اور کم از کم جس استعمال کا رب العلمین مطالبہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ اتنا عقل و شعور جب میں نے عطا فرمایا تو اُس سے یہ تو تلاش کرے کہ میرا مقصد، میری زندگی کا حاصل میری منزل کیا ہے؟ اور صمیم قلب سے دل کی گہرائی سے وہ یہ طے کر لے کہ مجھے اللہ کو پانا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے میں ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہوں۔ انہیں دلائل بھی نظر آ جاتے ہیں۔ انہیں نشانیاں بھی نظر آ جاتی ہیں۔ انہیں عظمت نبوی ﷺ بھی نظر آ جاتی ہے۔ انہیں ہر ایک سجدے کے اثرات کی سمجھ بھی آ جاتی ہے۔ انہیں ایک ایک عبادت کے نتائج کی سمجھ بھی آ جاتی ہے۔ دنیوی امور کے اُخروی نتائج پر اُن کی نگاہ چلی جاتی ہے اور اُن کے لئے ہدایت آسان کر دیتا ہوں۔ اور وہ لوگ ہوتے ہیں۔

الذینَ امنو و تطمئن قلوبُهم بذکر

اللّٰہ. انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ اور پھر اُن کا دل جو ہے وہ یادِ الٰہی میں تسلی پاتا ہے۔ اللہ سے اُن کی ایسی نسبت ہو جاتی ہے' اللہ سے اُن کا ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دل کی کوئی دھڑکن اُس کے نام کے بغیر نہیں جانے دیتے۔ وہ اپنی کوئی سانس اللہ کے نام کے بغیر نہیں جانے دیتے۔ اپنے کسی کام کو اُس کے نام کے بغیر نہیں کرتے شروع کرتے ہیں تو بسم اللّٰہ سے کرتے ہیں۔ ختم کرتے ہیں تو الحمدللہ پہ کرتے ہیں۔ اُن کا ہر کام' اُن کا ہر گام' اُن کا ہر سفر' اُن کا ہر قیام' ہر ہر حال اُن کا یادِ الٰہی سے مزین ہو جاتا ہے۔ اُنہیں وہ لذت مل جاتی ہے' وہ مزا مل جاتا ہے' وہ لطف مل جاتا ہے کہ وہ اللہ کے بغیر' اللہ کی یاد کے بغیر' اُس کے نام کے بغیر' رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی اللہ اللہ کرتا ہے تو اُس کے کتنے مراقبات ہوئے؟ اُس کے کتنے منازل ہوئے؟ اللہ اللہ کرنا بجائے خود بہت بڑی منزل ہے بندے کے لئے سب سے بڑا مقام یہ ہے کہ اُس کی زندگی کا کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے خالی نہ رہے اس سے بڑی منزل کیا ہے؟ گویا ہر وقت اُس نے اللہ کو اپنے دل میں بسا لیا ہو۔ اُس کی دنیا بھی دین بن جاتی ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ بزرگ فرماتے ہیں کہ کافر کا دین بھی دنیا ہوتا ہے۔ آپ تمام مذاہب باطلہ کا مطالعہ کیجئے۔ تو حاصل جو ہوگا وہ دنیوی فوائد ہوں گے کہ اس رسم پہ عمل کرو تو یہ چیز مل جائے گی۔ اس پہ عمل کرو تو یہ کام ہو جائے گا۔ یعنی اُن کے دین کا حاصل بھی دنیا ہوتا ہے۔ کافر کا دین بھی دنیا ہوتا ہے لیکن مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے کام دنیا کا کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ عبادت بن جاتا ہے اس لئے کہ اللہ کی اطاعت کے زمرے میں ہوتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے زمرے میں ہوتا ہے اور پھر ہر ہر قدم پر اللہ کا نام' ہر ہر سانس میں اللہ کا نام' ہر ہر حرکت و سکون میں اللہ کا نام ہوتا ہے تو اُس کا وہ دنیا کا کام بھی دین بن جاتا ہے۔

جس کے دل کی گہرائی میں یہ آرزو پیدا ہو جائے کہ اللہ مجھے حق دکھا دے' اسے ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔

الذین امنوا۔ ایسے لوگ جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے۔ وتطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ. اور اُن کا دل اللہ کی یاد سے قرار پاتا ہے اور فرمایا یہ قانون بھی ہے سن لو۔

الا بذکر اللّٰہ تطمئنُ القلوب.

دلوں کو سکون ملتا ہی اللہ کی یاد سے ہے۔ اصول بھی یہ ہے کہ اگر دل میں آپ اللہ کو نہ بسائیں' اُس دل کی قسمت میں قرار نہیں ہوتا۔ بے قراری اُس کا نصیب بن جاتی ہے' تڑپتا رہتا ہے' کوئی نہ کوئی دکھ لگا رہتا ہے' اُسے کوئی نہ کوئی پریشانی اُسے پریشان کئے رکھتی ہے اور فرمایا۔

الذین امنوا عملوا الصلحت طوبیٰ لھُم وحسن ماٰب. ایسے لوگ جنہیں نورِ ایمان بھی نصیب ہوا اور حسنِ عمل بھی۔ یعنی نورِ ایمان اور حسنِ عمل یہ لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں حسنِ عمل ہوگا اور جہاں عمل چھوٹ رہا ہوگا وہاں ایمان پہ زد پڑ رہی ہوگی اور ایمان کمزور ہوگا۔ یہ جو ہماری روش ہے کہ جی ہم مسلمان ہیں۔ باپ دادا مسلمان تھا۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں مریں گے تو جنازہ بھی ہوگا۔ مرنے کے بعد بہت سے ختم قرآن لوگ بخشیں گے اور کام ہو جائے گا۔ یہ تصور صحیح نہیں ہے زندگی کے ایک ایک لمحے کا محاسبہ ہوگا۔

میں ایک دفعہ فتاویٰ مہریہ دیکھ رہا تھا۔ پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف والوں کا ایک فتاویٰ ہے فتاویٰ مہریہ تو اُس میں ذبح کا مسئلہ تھا کسی بندے نے اُن سے پوچھا کہ جی ایک آدمی جانور ذبح کرتا ہے اور کوئی آ کر اُسے باتوں میں لگا لیتا ہے یا کوئی اور ایسا حادثہ ہو جاتا ہے کہ تکبیر پڑھنا بھول جاتا ہے' چھری چلا دیتا ہے' اب جانور تو ذبح ہو گیا اُسے بعد میں خیال آیا کہ وہ تکبیر تو پڑھی ہی نہیں' میں تو باتیں کرتا رہا تو اب اگر وہ تکبیر پڑھے تو فرمایا نہیں۔ تکبیر تو ذبح کے وقت اور جان نکلنے کے لئے ضروری تھی کہ وہ تکبیر پڑھتا اگر بغیر تکبیر کے اُس نے گردن کاٹ دی تو اب پڑھنے کا کیا فائدہ؟ مرے ہوئے جانور پر تکبیر پڑھنے سے تو حلال نہیں ہوگا۔ اُس کا جو دم نکلا تھا اُس پہ تکبیر پڑھی جانی چاہئے تھی کہ اللہ اکبر پہ اُس کا دم نکلتا۔ تو وہ شخص مسئلہ پوچھ کے چلا

گیا تو وہ جو لوگ بیٹھے تھے اُن سے فرمانے لگے کہ دیکھو جانور مکلّف بھی نہیں ہے' اُس کے لئے تو کوئی قید نہیں' کہ وہ ایمان لائے' مسلمان ہو' نماز پڑھے' روزہ رکھے' اُس پہ تو کچھ بھی نہیں مکلّف ہی نہیں اس کے باوجود اُس کا دم اللہ کے نام کے بغیر نکلے تو وہ حرام ہو جاتا ہے اور انسان تو مکلّف ہے اس کا دم اگر اللہ کے نام کے بغیر نکلتا ہے تو کیسا رہے گا؟ اسی کو لیکر صوفی کہتے ہیں ''جو دم غافل سو دم کافر'' جو دم اللہ کی یاد کے بغیر نکل گیا وہ تو ضائع ہو گیا۔ وہ تو اگر جانور کا نکلے تو حرام ہو جاتا ہے تو انسان کا نکلے تو کفر شمار ہو گا۔

تو ہر دم میں اگر یہ شرط ہے کہ عظمت الٰہی اُس میں بستی ہو تو پھر ہر کام عظمت الٰہی سے خالی کیسے ہو گا؟ مزدوری کرتا ہے لیکن کیا مزدوری میں اُسے اللہ کی یاد نہیں ہو گی کہ جو اجرت لینی ہے اُس کے لئے کام پورا کروں۔ وقت پر آؤں وقت پر کروں اس لئے کہ اگر میں ایسا نہیں کروں گا تو ہو سکتا ہے مالک تو موجود نہ ہو اُسے تو دھوکا دے لوں لیکن اللہ تو موجود ہے تو وہ اُس کی مزدوری بھی عمل صالح عبادت بن گئی۔ ملازمت کرتا ہے' تنخواہ لیتا ہے' مالک ہے تو بڑا کام کرتا ہے۔ مالک نہیں ہے تو بیٹھا ہے میز پہ ٹانگیں رکھی ہیں' گپیں لگا رہا ہے' لیکن اگر اللہ کا تصور اُس کے پاس موجود ہو اللہ کی یاد دل میں بستی ہو تو مالک ہو نہ ہو وہ کام کرنے کا حق ادا کرے گا۔ ہم من حیث القوم اور من حیث الملک اس میں جس مصیبت میں آج گرفتار ہیں۔ وطن عزیز بھی جس مصیبت میں گرفتار ہے اُس کی بنیاد یہی ہے کہ ہم نام کے تو مسلمان ہیں لیکن ہمارے دل یاد الٰہی سے خالی ہیں۔ جس دفتر میں کوئی بیٹھا ہے اُسے رشوت دو تو کام ہو جاتا ہے۔ رشوت نہ دو تو اُس میں پتہ نہیں کتنے اعتراضات لگ جاتے ہیں کیوں؟ اسے کون سی چیز روکے۔ اب تو دنیا پہ بھی یہ مرض عام ہے لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ مغرب میں یا اقوام مغرب میں ایسا نہیں ہے۔ جی بغیر رشوت کے کام ہو جاتا

کافر کا دین بھی دنیا ہوتا ہے لیکن مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے کام دنیا کا کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ عبادت بن جاتا ہے اس لئے کہ اللہ کی اطاعت کے زمرے میں ہوتا ہے۔

ہے ایسا کام وہ کیوں کرتے ہیں بغیر رشوت کے کیوں کرتے ہیں؟ اُن میں اللہ کا تصور نہ سہی' مذہب کا تصور نہ سہی' آخرت کا تصور نہ سہی' لیکن کم از کم وہ اپنے ملک سے وفادار ہوتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اہل وطن کو اگر ہم سہولت پہنچا سکیں تو ہمیں پہنچانی چاہئے۔ یعنی کہیں تو کسی سے کسی کی وفا ہو۔ جذبہ وہی ہے اگر اللہ سے نہیں ہے تو انہیں اپنی قوم اپنے وطن سے تو ہے اور ہم کیسے عجیب مسلمان ہیں کہ ہمیں اللہ سے نہیں ہے' قوم سے نہیں ہے' وطن سے بھی نہیں ہے' صرف ہمیں تو اپنا مفاد چاہئے کوئی بڑا سیاسی لیڈر رہے۔ کوئی چھوٹا ہے اپنے اپنے مفاد پہ سارے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایمان تو بحمداللہ جو بھی کلمہ پڑھتا ہے اُسے نصیب ہو گیا۔ اب وہ ایمان اُس کی عملی زندگی کو متاثر کیوں نہیں کر رہا؟ اگر اُس میں ایمان ہے تو وہ رشوت کیوں لیتا ہے؟ اگر ایمان ہے تو ظلم کیوں کرتا ہے؟ ایمان ہے تو ناجائز فیصلے کیوں کرتا ہے؟ ایمان ہے تو سفارشیں کیوں چلتی ہیں؟ اس لئے کہ ایمان تو ہے لیکن وہ اتنا کمزور ہے کہ اُسے کسی نے کوئی جس طرح پودے کو پانی دیا جاتا ہے' گوڈی کی جاتی ہے' محنت کی جاتی ہے' پھر وہ پودا بنتا ہے اور اگر آپ کوئی محنت بھی نہ کریں تو ایک جھاڑی سی باقی تو رہتی ہے لیکن وہ حق ادا نہیں کرتا۔ نہ اُس پہ اُس طرح پھل آتا ہے' نہ اُس طرح کا تناور درخت بنتا ہے' جیسی اُس پہ محنت کی جائے تو ہوتا ہے۔ وہی حال ہمارے ایمانوں کا ہے۔ ایمان کے ساتھ یاد الٰہی کو تو ہم سمجھتے ہی غیر ضروری ہیں اس کی تو ضرورت ہی نہیں۔ اب اُس کے بعد باری آتی ہے عمل صالح کی۔ تو مصیبت یہ ہے کہ جب دلوں سے یاد الٰہی اٹھ جاتی ہے تو عمل صالح کو بھی جی نہیں چاہتا۔ بندہ کرتا ہی نہیں ہے توفیق ہی نہیں ہوتی۔ تو یہ یاد الٰہی یہ ذکر الٰہی اور اُس کے ساتھ ہمارے اعمال یہ ایمان کی آبیاری تھی۔ یہ ایمان کی گوڈی تھی' یہ ایمان کی حفاظت تھی' یہ ایمان کی دیکھ بھال تھی۔ یہی اُس کو پانی اس کا لگتا تھا اس سے اُس نے تناور درخت بننا تھا۔ اُس پہ خوبصورت پھل آنے تھے اور ایک عالم کو اُس سے مستفید ہونا تھا۔ لیکن ہم نے جب یہ سب چھوڑ دیا کلمہ تو ہم

پڑھ رہے ہیں اس کا مطلب ہے ایک چھوٹی سی جھاڑی نما شے ہے۔ جس سے کسی پھل کی بھی امید نہیں۔ جس کے سائے میں بیٹھنے کی امید نہیں ہے۔ جس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ تو یہاں یہ شرط لگائی۔

الذین امنوا عملوا الصلحت.

جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے اور وہ عمل صالح کرتے ہیں ایمان اور عمل صالح لازم وملزوم ہیں۔ اگر عمل صالح نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ایمان میں کہیں کمی ہے اُس میں وہ قوت نہیں ہے' وہ طاقت نہیں ہے' جس سے وہ ہمارے اعضاء وجوارح کو عمل صالح کی طرف چلا سکے۔ اور وہ طاقت اُس نے کہاں سے لینی ہے؟ یہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا۔

الذینَ امنوا وتطمئنُ القلوب بذکر اللّٰہ. انہیں ایمان نصیب ہوتا ہے تو اللہ کی یاد اُنکے دل کی غذا بن جاتی ہے۔ اُس سے اُس کو قرار آتا ہے۔ اگر کبھی یاد بھول جائے تو دل بےقرار ہو جاتا ہے' بےچین ہو جاتا ہے۔

واذکرربک اذا نسیت۔ کبھی کوئی لمحہ غفلت کا آجائے تو جیسے خیال آجائے پھر اللہ اللہ شروع کردو اور جب وہ اللہ اللہ کرتا ہے تو فرمایا یاد رکھو! الا بذکر اللّٰہ تطمئن ُالقلوب . اللہ کی یاد سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایمان میں وہ قوت ہوتی ہے کہ ایمان ہے تو اعمال صالح ہو جاتے ہیں اور جنہیں یہ قوت نصیب ہو جائے فرمایا۔

طوبیٰ لھُم وحُسنَ مابٍ ٥ مبارک ہو اُن لوگوں کو خوبصورت انجام کی ایک بہترین انجام کی۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مثال ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم یہ سمجھ لو کہ جنت ایک چٹیل میدان ہے' ایک زمین کا ٹکڑا ہے' جو پڑا ہے اب تمہیں جنت میں جانا ہے تو وہاں تمہیں گھر چاہئے' وہاں تمہیں باغ چاہئیں' وہاں تمہیں آرام چاہئے' وہاں کی فضا چاہئے' زندگی کی

مصیبت یہ ھے کہ جب دلوں سے یاد الٰھی اٹھ جاتی ھے تو عمل صالح کو بھی جی نھیں چاھتا۔

سہولتیں چاہئیں' لباس چاہئے' کھانا چاہئے' ساری نعمتیں چاہیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سب تم نے خود بنانا ہے وہاں تو ایک چٹیل میدان ہے۔ جو جو چیز جیسی جیسی جس کو الٹی کی بناتے جاؤ گے بنتی جائے گی۔ یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے بنے گی فرمایا تمہارے عمل سے۔ زندگی میں جو اعمال کرو گے وہ تمہارے لئے تمہاری آخرت تعمیر کریں گے۔ اسی طرح جو ظلم کرتا ہے' بُرائی کرتا ہے' ہر بُرائی کے نتیجے میں' ہر ظلم کے نتیجے میں' آخرت میں اُس کے لئے ایک عذاب ایک سزا بن جاتی ہے۔ تو زندگی کا فارمولا رب کریم نے یہ فرمایا کہ اب بھی جو کفر پر ہیں۔ اب بھی کہتے ہیں کہ کوئی ایسی دلیل تو محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں دی جس پہ ہم قائل ہو جاتے۔ اگر وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو ایسی کوئی وزنی دلیل اُن پر نازل کیوں نہیں ہوتی تو اللہ کریم فرماتے ہیں دلائل تو بہت بڑے ہیں لیکن تمہارے دلوں میں انابت رجوع الی اللہ نہیں ہے اور اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ زبردستی پکڑ کر تم کو دکھانا نہیں چاہتا۔ انہی کو نظر آئیں گے جن کے دل میں انابت اور رجوع الی اللہ ہوگی۔ اور وہ وہ لوگ ہیں؟

الذین امنوا تطمئن القلوبھم بذکر اللّٰہ. انہیں ایمان نصیب ہوتا ہے تو پھر وہ اللہ کے اتنے قریب آجاتے ہیں کہ اللہ کے بغیر جینے کا تصور اُن کے پاس نہیں ہوتا۔ سوتے میں اللہ اللہ کرتے ہیں' جاگتے میں اللہ اللہ کرتے ہیں' سفر میں اللہ اللہ کرتے ہیں' حضر میں اللہ اللہ کرتے ہیں' اُٹھتے بیٹھتے ہر لحہ اللہ کی یاد کے علاوہ وقت نکل جائے یہ اُن سے برداشت نہیں ہوتا اور فرمایا یہ بھی یاد رکھو۔ دلوں کو قرار ملتا بھی اللہ اللہ سے ہے اور ایسے لوگوں کو ایمان بھی نصیب ہوتا ہے عمل صالح کی توفیق بھی ہوتی ہے اور فرمایا مبارک ہو ایسے لوگوں کو خوبصورت آخرت کی ایک بہت اچھے انجام کی ایک بہت بہترین ٹھکانے کی۔

طلبِ صادق ہی وصالِ باری کا واحد ذریعہ ہے

طلب الٰہی کے راستے میں آخری دم تک انسان کو اپنی سوچ‘ اپنی فکر‘ اور اپنے کردار کی نگرانی کرنا پڑتی ہے بندے کے ذمے یہ ہے کہ اپنے کھرے پن کو کھرا ہی رکھے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ‘ ضلع چکوال 26-03-04

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

ولما جاء موسیٰ لمیقاتِنا و کلمه‘ ربُه‘ . قالا رب ارنی انظُر الیک. قال لن ترانی. ولکن انظر الی الجبل فان ستقرّ مکانه‘ فسوف ترانی‘ فلما تجلی ربُه‘ للجبل جعله‘ دکاً وَّخرَ موسیٰ صعیقاً. فلما افاق قال سُبحٰنَکَ تبتُ الیکَ وانا اولُ المومنین . قالَ یٰموسیٰ اِنی اصطفیتُک علی الناس برسٰلٰتِی وبکلامِی. فخذما اتیتُک و کن من الشکِرینَo

اللہ جل شانہٗ کا خصوصی کرم ہوتا ہے کسی بندے پر کہ اُس کے قلب کو اپنی یاد سے منور رکھے اور اُسے توفیق ارزاں کر دے کہ وہ اپنا تعلق خاطر سب سے بڑھ کر اللہ اور اُس کے رسول اللہ ﷺ سے رکھے اور اُس کے بعد کسی دوسری چیز کی باری آئے۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں اور انہیں براہ راست اللہ کریم سے بات کرنے کا شرف حاصل تھا۔ صرف بات کرنے کی غرض سے کوہ طور پہ تشریف لیجاتے‘ اللہ جل شانہٗ نے جوجگہ مقرر فرمادی تھی خلوت میں‘ تنہائی میں‘ شور شرابے سے دور‘ جہاں یکسوئی حاصل ہو اور پوری طرح دل متوجہ الی اللہ ہو کوئی اُس میں مداخلت کرنے والا یا کسی طرح کا کوئی شور کھڑکا نہ ہو۔ ایک واقعہ ارشاد ہوا ان آیات مبارکہ میں نویں پارے میں سورۃ الاعراف کی آیات ہیں۔

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا و کلمه‘ ربـه‘. جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کردہ وقت پر‘ مقرر کردہ جگہ پر ملاقات کے لئے پہنچے اور اُن کے پروردگار نے اُن سے کلام فرمایا تو وہ عرض کرنے لگے۔ قال رب ارنی انظر الیک۔ ایک طلب ہے‘ ایک تڑپ ہے‘ ایک جستجو ہے‘ انبیاء ورُسل کے قلوب انتہائی شفاف اور ہر طرح کے ناپسندیدہ افکار سے محفوظ ہوتے ہیں۔ انبیاء ورسل معصوم ہوتے ہیں اللہ جل شانہٗ انہیں عصمت عطا فرماتا ہے۔ عصمت کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ معصوم سے گناہ سرزد ہو نہیں سکتا اور یہ مقام صرف انبیاء کا ہے۔ نبی معصوم ہوتے ہیں یا جسے بھی آپ معصوم مانیں گے اُسے دوسرے لفظوں میں آپ نے نبی تسلیم کرلیا کیونکہ یہ خاصہ نبوت ہے۔ انبیاء کے علاوہ صحابہ کرام ازواج النبی ﷺ اولیاء اللہ امت کے بے شمار لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ کریم ساری زندگی گناہ سے جن کی حفاظت فرماتا ہے لیکن انہیں معصوم نہیں انہیں محفوظ کہا جاتا ہے۔ انہیں حفاظت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے۔ معصوم سے گناہ صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ محفوظ وہ ہوتا ہے جس سے گناہ تو صادر ہوسکتا ہے لیکن حفاظت الٰہیہ اُسے گناہ کرنے سے بچاتی ہے۔ تو انبیاء چونکہ درجہ عصمت پہ فائز ہوتے ہیں۔ اِس لئے اُن کے قلوب عشق الٰہی اور اپنی طلب میں بھی بہت کھرے ہوتے ہیں۔ اب جب شرف ہمکلامی نصیب ہوا تو دل میں ایک تڑپ‘ ایک ذوق‘ پیدا ہوا کہ جمال باری کو دیکھا بھی جائے اور وہ ذوق زبان عالی پہ آ گیا اور عرض کی۔

قال رب ارنی انظر الیک. اے اللہ مجھے اپنا دیدار کرادے۔ میں تیرے جمال کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ قال لن ترانی۔ ارشاد ہوا کہ یہ عالم دنیا اور اس دنیا کے حواس اس قابل نہیں ہیں کہ میری تجلی کو برداشت کرسکیں۔ اس عالم میں

خود اتنی قوت نہیں ہے۔ یہ ناپائیدار ہے' فانی ہے' اور اعضاء و جوارح حیات دنیا کے لئے دیے گئے ہیں حواس خمسہ جو مادی دنیوی چیزوں کو دیکھتے ہیں چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ بھی قلبی یا کشفی زیارت کا نہیں تھا۔ ارنی انظر الیک. میرے سامنے سے حجابات ہٹا دیجئے۔ مجھے اپنا رخ انور دکھا دیجئے۔ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں تو فرمایا لن ترانی۔ اس دنیا میں ان آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

ولکن انظر الی الجبل. ہاں اُس پہاڑ پہ نگاہ رکھیے میں اُس پہ تھوڑی سی تجلی اپنے جمال کی مترشح کرتا ہوں۔ فان ستقر مکانہ' فسوف ترانی۔ اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا اور اُس نے میرے تجلی جمال کا کوئی ذرہ برداشت کر لیا تو ٹھیک ہے پھر آپ بھی کر لیں گے۔

فلما تجلی ربہ' للجبل جعلہ' دکا. ذرہ سا ارشاد تجلی باری کا جس پہاڑ کو ہوا۔ جعلہ' دکاً. اُس کے پرخچے اڑ گئے۔ پھٹ گیا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ وخر موسیٰ صعقاً. اور موسیٰ علیہ السلام اگرچہ الگ اپنی جگہ پر کھڑے تھے لیکن وہ نظارہ دیکھ کر بیہوش ہو کر گر گئے۔

فلما افاق۔ جب انہیں ہوش آئی۔ قال سُبحٰنکَ تُبتُ الیکَ. تو کہنے لگے اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں میں نے جو سوال کیا تھا وہ مناسب نہیں تھا۔ وانا اولُ المومنین. اور میں مومنوں میں سے ماننے والوں میں سے سب سے پہلا شخص ہوں۔

قال یٰموسیٰ انی اصطفیتُکَ علی الناس برسٰلی وبکلامی۔ اے موسیٰ علیہ السلام میں نے تجھے لوگوں پر اپنی اپنی رسالت اور اپنے شرف ہمکلامی سے سرفراز فرما دیا اور چُن لیا فخذ ما اتیتُکَ وکُن من الشٰکِرینَ ہاں جو کچھ میں نے عطا کیا ہے۔ وہ لے لو۔ اُسے قابو رکھو۔ اُسے تکڑا رکھو۔ وکُن من الشٰکِرین. اور میرا شکر ادا کرتے رہو۔

کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی تقدیس اور پاکی بیان نہ کرتی ہو۔

اب یہ سارا مسئلہ تصوف اور سلوک کا ہے اور ایک بہت اہم بات' ایک بہت بڑے مسئلے کو حل فرما دیتا ہے کہ جب بھی کوئی اس راہ محبت میں عشق الٰہی میں قدم رکھتا ہے تو چونکہ کائنات ساری رب العٰلمین کی طالب ہے۔

وان من شيٍ الا یسبحُ بحمدِہٖ. کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی تقدیس اور پاکی بیان نہ کرتی ہو۔ کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جو اُس کا طالب نہ ہو۔ تو آدمی جو مکلّف ہے جو اپنے ارادے' نیت' علم اور یقین کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور محبت الٰہی کی طرف بڑھتا ہے تو پھر وہاں اُسے اپنے ارد گرد ہجوم عاشقاں نظر آتا ہے۔ وہ اکیلا نہیں ہوتا اُس راہ کے مسافر اُس کے ساتھ کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اب ہر کسی کا اپنا ایک جذبہ ہے۔ ہر کسی کی اپنی ایک طلب ہے اور ہر کوئی وصالِ الٰہی کا خواہش مند ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ قرب مجھی کو نصیب ہو۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں پہنچوں۔ لیکن یہ ادب گاہ ایسی ہے کہ یہاں عشق و محبت بھی ضابطوں کے پابند ہیں۔ یہاں ضابطہ یہ فرما دیا گیا کہ بندے کے ذمے اپنے آپ پر' اپنے قلب پر' اپنی سوچ پر' اپنے حواس پر' محنت کرنا ہے کہ تیری طلب کتنی کھری ہے تو کیوں مجھے چاہتا ہے؟ آدمی فطرتاً لین دین کا بڑا حساب رکھنے والا ہے۔ بندوں کا تو یہ عالم ہے کہ اگر صلوۃ پنجگانہ ادا کرتے ہیں تو اُن کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میں نے تو اب اللہ کا بڑا کام کیا۔ اب اللہ کو چاہیے کہ میرا کوئی بچہ بیمار نہ ہو۔ میری اپنی طبیعت خراب نہ ہو' میرا کاروبار جو ہے اُسمیں کوئی نقصان نہ ہو' یعنی بندوں نے یہ حساب رکھا ہوا ہوتا ہے۔ میرے پاس تو سینکڑوں خطوط اس طرح کے آتے ہیں کہ میں نمازیں بھی پڑھتا ہوں' تلاوت بھی کرتا ہوں' تسبیحات بھی پڑھتا ہوں' پھر بھی تجارت میں نقصان ہو گیا' بچے کی نوکری چھوٹ گئی' گویا ایک بزنس ہے' ایک کاروبار ہے' رب جلیل کے ساتھ کہ میں تیری نمازیں پڑھوں گا تو میرے کام کر اب اس میں اس سوداگری میں تو عشق و محبت

کی تو کوئی بو باس نہیں ہے۔

اگر اس سے کوئی آگے بڑھتا ہے دنیوی امور سے آگے نکلتا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک جم غفیر اسی میں غلطاں و پیچاں ہے اگر اس سے کوئی آگے نکلتا ہے تو پھر ایک مصیبت اور آ جاتی ہے اُسے اپنی بڑائی کا خیال آ جاتا ہے کہ میں نے اتنے مراقبات کیئے۔ میں نے اتنی تسبیحات پڑھیں۔ میں نے اتنے سجدے کیئے۔ میں نے اتنے روزے رکھے۔ اب مجھے مشاہدات ہوتے ہیں۔ مجھے کشف میں وہ چیز بھی نظر آتی ہے' نور نظر آتا ہے' منازل نظر آتی ہیں' فرشتے دیکھتا ہوں' جنات سے باتیں کرتا ہوں' اس سارے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے اب میرے جیسا تو اس کائنات میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔

اب عشق و محبت کا تقاضا بڑا عجیب ہوتا ہے عاشق خواہ ساری دنیا کی دولت' حکومت اختیارات' کمالات' معشوق کے سامنے رکھتا ہوں' اُس کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور عشق کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اُس کا دل یہ مانتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ کچھ بھی نہیں اور جو اُس کے پاس ہے وہی سب کچھ ہے۔ عشق و محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ عاشق کا خواہ دامن دولت دنیا سے یا نعمتوں سے بھرا ہوا بھی ہو لیکن وہ سمجھتا ہے کہ میں نامکمل ہوں جب تک میرے پاس میرا معشوق نہیں ہوتا۔ میری تکمیل' میرا کمال' مجھ میں نہیں' میرے پاس نہیں' معشوق کے پاس ہے اگر یہ بات نہ ہو تو پھر عشق کس بات کا اور محبت کیسی؟ پھر تو خریدا جا سکتا ہے حُسن بھی' دوستی بھی' محبت بھی' جیسے لوگ خرید رہے ہیں خریدتے ہیں بلکہ اب تو زمانہ یہ آ گیا ہے کہ عشق و محبت کو چھوڑیے رشتہ داریاں بھی خریدی جاتی ہیں یا خریدنی پڑتی ہیں اگر آپ خرید نہیں سکتے' پیسہ نہیں دے سکتے' کوئی بینافٹ نہیں دے سکتے' تو کوئی آپ کا رشتہ دار بھی نہیں ہے اب تو لوگ اس سطح پہ چلے گئے ہیں کہ رشتہ داری بھی وہاں قائم رکھتے ہیں جہاں سے انہیں کچھ ملنے کی امید ہوتی ہے اور اگر کوئی چیز آپ نے کسی کو دی ہے' پیسے دے دیئے' کوئی

اب تو لوگ اس سطح پہ چلے گئے ہیں کہ رشتہ داری بھی وہاں قائم رکھتے ہیں جہاں سے انہیں کچھ ملنے کی امید ہوتی ہے۔

چیز دے دی' جس دن مانگیں گے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ بھول جاؤ تو وہ بھی بھلا دیں گے۔ پھر نئے سرے سے کچھ دو بھئی اس فکر کے لوگ عشق الٰہی کو اور طلب الٰہی کو کیا جانیں؟ جو اس طرح اتنے گر گئے ہیں اپنی فکر میں' اب وہ لوگ عشق الٰہی کو یا محبت الٰہی کو کیا سمجھیں گے؟ جبکہ جو واقعی اس راہ پہ نکلتے ہیں اور ان چیزوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ خطرہ اُن کے لئے بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی بڑائی کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ اپنی انا کا اسیر ہوا تو مارا گیا۔

اس آیت کریمہ میں بھی یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ ان چیزوں کو شمار نہ کرو کہ مجھے کیا ملا یہ تمہارا کمال نہیں ہے۔

اِس آیت کریمہ میں بھی یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ ان چیزوں کو شمار نہ کرو کہ مجھے کیا ملا یہ تمہارا کمال نہیں ہے۔ اسے شمار نہ کرو۔ شمار اس بات کو کرو کہ تمہاری طلب کتنی کھری اور کتنی سچی ہے۔ محنت کرنی ہے تو اپنے دل پر' اپنے باطن' اپنے قلب پر کرو اور اپنی اُس طلب کو ہمیشہ قائم رکھو۔ انسانی مزاج کا ایک اور خاصہ ہے فطری طور پر جو چیز اسے پسند آ جائے یا جس کے بارے سن گن ہو اُس کے حاصل کرنے میں لگ جاتا ہے' جان لڑا دیتا ہے' محنت کرتا ہے' دعائیں کرتا ہے' آرزوئیں کرتا ہے' لیکن جب وہ چیز مل جاتی ہے تو کچھ عرصہ بعد اس کا ذوق جنوں کم ہونے لگتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ پھر اُس چیز کی اُس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ یہاں یہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ اپنی اپنی اس انسانی کمزوری کو خیال میں رکھو اور جب طلب الٰہی کی طرف بڑھتے ہو تو جو نعمت میسر آتی ہے۔ وہ تمہارا کمال نہیں' وہ اُس کی عطا ہے اور وہ حکیم دانا تر ہے۔ وہ کبھی کیکر پر گلاب کے پھول نہیں اگاتا۔ وہ نیتوں ارادوں طلب اور جستجو کو دیکھتا ہے جس پائے کی طلب اور جستجو ہوتی ہے اُس طرح کا موزوں انعام عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا اس بحث میں نہ پڑھو کہ مجھے کیا ملا؟ جو ملا یہ بھی اُس کا احسان ہے۔

فَخُذ مَا اٰتیتُکَ. جو میں دیتا ہوں اُسے روک کر رکھ اُسے قابو رکھ اُسے پکا کر یہ نہ ہو کہ اُس پہ اترانا شروع کر دے اور اُسے ضائع کر

بیٹھے۔ اُس کی طرف سے غافل ہو جائے۔ اُسے ضائع کر بیٹھے۔ انسانی ذوق طلب ماند پڑنے لگتا ہے اور جب ذوق طلبی ماند پڑنے لگتا ہے تو پھر وہ چیز بندے کے پاس نہیں رہتی' تو فرمایا فَخُذ مَا اٰتَیتُکَ. جو کچھ میں تجھے عطا کرتا ہوں اُسے قابو رکھ۔ وَکُن مِنَ الشّٰکِرِینَ o اور کبھی اپنی بڑائی اپنی محنت اپنے کام کی طرف نہ سوچ بلکہ ہمیشہ اللہ کا شکر کرنے والوں میں شمار ہوتا رہے۔ ہمیشہ اُس ذات کریم کا شکر کرتا رہے جس نے تجھے وجود دیا۔ جس نے تجھے سوچ دی' جس نے تجھے طلب بھی دی اور اُس طلب پر ثمرات بھی مرتب کئے تو یہ سارا احسان اُس کا ہے' بندے کا انتہائی مقام اور آخری منزل جو ہے وہ بھی مقام عبدیت ہی ہے کہ وہ بندہ بن کر دکھائے۔ بندگی کا حق ادا کرے اور اللہ کی اطاعت میں اُس کا قلب و جگر اُس کا ساتھ ہو۔ اور یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ انسان ایک ایک ذرے کا محتاج ہے۔ سانس لینے کے لئے ہوا کا محتاج ہے' زندہ رہنے کے لئے گرمی' سردی کا محتاج ہے' شب و روز کا محتاج ہے۔ کھانے پینے کا محتاج ہے' دواؤں کا محتاج ہے' اس کی ضرورتیں اتنی ہیں کہ فہرست بنائیں تو بنائی نہیں جا سکتی اور کوئی پتہ نہیں کہ کسی نئی ضرورت کا اُس میں اضافہ ہو جائے اور کونسی چیز جو آج ضروری ہے شاید کل اُس کی ضرورت ہی نہ رہے اس لئے کوئی حتمی فہرست بنائی نہیں جا سکتی۔ جو بندہ ایک ایک سانس کے ساتھ مصروف ہے اور اُس کی توجہ اُس طرف بھی ہے کہ اُسے سانس لینا ہے۔ ایک ایک لقمے کا محتاج ہے۔ ایک ایک ضرورت اُسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سارے شور شرابے میں رہتے بستے ہوئے ان ضرورتوں کی تکمیل کے اسباب تلاش کرتے ہوئے پھر اُسے یاد رہے کہ مجھے صرف ضرورتیں پوری نہیں کرنی میری منزل تو وصول حق ہے' وصال الٰہی ہے' اور اگر میں ضرورتیں اُس کی منشا کے خلاف پورا کرنے لگوں گا تو مجھ سے منزل چھوٹ جائے گی۔ اگر اس طرف متوجہ ہو جائے تو پھر ہر کام جو دنیا کا بھی کرتا ہے وہ بھی دین بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ اُس میں بھی مرضیات باری کا احساس ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ کروں جس سے میرا رب خفا ہو جائے۔ اُس طرح سے کروں جس طرح سے اللہ اور اللہ کا حبیب ﷺ راضی ہو اور خوش ہوں۔ تو بندے کے پاس اتنی فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ سے فارغ ہو اور کوئی دوسری بات سوچ سکے اُس کا تو ہر لحہ' اپنی سوچ' اپنی فکر' اپنی نیت' کی نگرانی پہ بسر ہو جاتا ہے اگر اُس کی طلب میں خلوص ہو۔ آپ کتنی بلندی پہ چڑھ جائیں نیچے سے اگر ایک سیڑھی کھسک جائے تو ساری بلندی نیچے آتی ہے۔ کوئی بھی کسی بلندی پہ چلا جاتا ہے اُسے بنیاد کی فکر اتنی زیادہ کرنا پڑتی ہے اگر کوئی چھت پہ کھڑا ہے بنیاد گرے گی تو ایک چھت سے گرے گا۔ اگر کوئی دس بیس پچاس منزل پہ کھڑا ہے نیچے سے بنیاد کھسک گئی تو اُس جگہ سے گرے گا اور اُس کا کچھ بھی نہیں ملے گا۔ کچھ بھی نہیں بچے گا۔ اس لئے جتنا کوئی اوپر جاتا ہے اور جتنا بلندی پہ جاتا ہے اُسے بلندی پہ اترانے کی فرصت نہیں ہے اگر اُس میں ہوش و خرد باقی ہے تو اُسے بنیاد کی فکر زیادہ ہوتی ہے کہ بنیاد اتنی ہی مضبوط رہے کہ میں یہاں کھڑا رہوں۔

انسانی کمزوری کو خیال میں رکھو اور جب طلب الٰہی کی طرف بڑھتے ہو تو جو نعمت میسر آتی ہے وہ تمہارا کمال نہیں' وہ اُس کی عطا ہے اور وہ حکیم و دانا تر ہے۔

سو طلب الٰہی کے راستے میں آخری دم تک انسان کو اپنی سوچ' اپنی فکر' اور اپنے کردار کی نگرانی کرنا پڑتی ہے بندے کے ذمے یہ ہے کہ اپنے کھرے پن کو کھرا ہی رکھے۔ اپنے ذوق جنوں کو زندہ رکھے' اپنی طلب کو آباد رکھے' اور دنیا اُس کا کام ہے جو وہ عطا کر دے اُس پر اُس کا شکر ادا کرتا رہے اُس کی حفاظت کا حق ادا کرتا رہے اُسے سنبھالے۔ فَخُذ مَا اٰتَیتُکَ. جو کچھ میں نے عطا کیا ہے اُسے سنبھال کے رکھ' اُسے پکا کر کے رکھ۔ اگر معاملہ اس طرح ہو جائے تو یاد رکھیں جس بندے کا دین سُدھرتا ہے اُس کی دنیا بھی سُدھر جاتی ہے۔ دنیا تابع ہے دین کے اگر دین سدھرتا ہے تو دنیا بھی سدھر جاتی ہے۔ معاملات میں کھرا ہو جاتا ہے۔ بات میں سچا ہو جاتا ہے۔ دوسرے سے محبت کرتا ہے۔ محبت پاتا ہے' دوسروں کا احترام کرتا ہے' احترام پاتا ہے

اور اُس کا کردار قابلِ رشک ہو جاتا ہے۔ لیکن جب طلب الٰہی سے ہی نکل جائے تو اُس بندے سے کسی بھی طرح کے نقصان کی امید رکھی جاسکتی ہے چونکہ پھر وہ شتر بے مہار ہو جاتا ہے جس پر کوئی پابندی، کوئی روک تھام نہیں کہ وہ کہاں رُکے گا؟ پھر جو کچھ اُس سے بن پڑتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔ یہ تصور صحیح نہیں ہے کہ اسلام دنیا

کبھی اپنی بڑائی اپنی محنت اپنے کام کی طرف نہ سوچ بلکہ ہمیشہ اللہ کا شکر کرنے والوں میں شامل رہ

سے الگ کر دیتا ہے بلکہ دنیا کے کاموں کو بحسن وخوبی اللہ کے اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کرنا ہی اسلام ہے اور یہی انسانی کامیابی کا زینہ ہے۔ اگر آپ تجزیہ کریں تو جن قوموں کو جن لوگوں کو آپ دنیوی امور میں بھی کامیاب پاتے ہیں اور جن کے بارے آپ کا خیال ہے کہ دنیوی طور پر وہ کامیاب ہیں وہ انہیں امور میں کامیاب ہوں گی جن کو دنیوی طور پر کرنے کا سلیقہ بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے۔ اُس سے ہٹ کر دنیا کی کوئی قوم دنیوی امور میں بھی کامیاب نہیں اللہ کریم ہمیں اپنی اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ☆☆☆☆☆

قرآن و سنت علم کا سرچشمہ

برصغیر کی ایک تاریخ ہے جس میں ہزار سالہ روشن دور مسلمانوں کا ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ انگریز نے جہاں اور بہت سی تبدیلیاں کیں وہاں مسلمانوں کی تاریخ کو بدلنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بڑے بڑے دیندار، نیک اور ولی اللہ بادشاہوں کو ڈاکو، ظالم، جابر لکھا جبکہ چوروں اور ڈاکوئوں کو، مرہٹوں کو جانباز اور دلیر لکھا اور ہماری بدقسمتی کی حد یہ ہے کہ ابھی تک تک وہی کچھ ہمارے نصاب تعلیم میں پڑھایا جا رہا ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

حضور اکرم ﷺ نے علم شرح فرماتے ہوئے فرمایا العلم علمان

علم کے دو حصے ہیں علم الادیان پہلا حصہ ہے۔ Normative Sciences کا علم، ایمانیات، اخلاقیات، انسانیت کی حدود کا تعین، انسانی تہذیب و معاشرہ، اللہ کا تصور، اللہ پہ یقین، اللہ کی ذات اور اس کی صفات، آخرت، فرشتوں پر ایمان، انبیاء و رسل، اللہ کی کتابوں کا علم...... لیکن فرمایا یہ علم کا ایک حصہ ہے یہ سارا علم ایک قوت دیتا ہے، ایک صلاحیت دیتا ہے، ایک نور پیدا کرتا ہے، انسانی قلب اور اس کے ضمیر میں جس سے اس کی فکر نکھرتی ہے جس سے اس کی سوچ بلند ہوتی ہے اور اس سے جب وہ سوچتا ہے تو اللہ کی مخلوق کی بہتری اور اللہ کی عظمت سوچتا ہے لیکن اس کے ساتھ ضرورت ہے، علم الابدان کی Physical Sciences کا علم۔ فزیکل سائنس میں دنیا کے قدیم علوم سے لیکر علوم جدیدہ تک کا آقائے نامدار ﷺ نے احاطہ فرما دیا تھا تمام دنیوی علوم کا۔ جس طرح دین سیکھنا ضروری ہے اسی طرح دنیوی علوم کی ضرورت بھی اتنی ہی شدید ہے اس لئے کہ جہاں دنیوی امور چلائے جاتے ہیں وہ ادارے جو دنیا کو عدل دینے پر مامور ہیں، وہ ادارے جو دنیا کو روزگار دینے پر متعین ہیں، وہ ادارے جو ملکی دفاع پر متعین ہیں، وہ ادارے جو نئے ذہنوں کی تعمیر پر متعین ہیں، وہاں وہ لوگ ہونے چاہئیں جن کے سینے علم دین سے روشن ہوں اور اگر ان اداروں میں ایسے لوگ آ گئے جو اس نور سے آشنا نہ ہوئے تو یہی ہوگا جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، یہی کچھ ہوتا رہے گا اور یہی کچھ ہوگا جو ہمارے ساتھ گذشتہ نصف صدی سے ہو رہا ہے۔

برصغیر کی ایک تاریخ ہے جس میں ہزار سالہ روشن دور مسلمانوں کا ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ انگریز نے جہاں اور بہت سی تبدیلیاں کیں وہاں مسلمانوں کی تاریخ کو بدلنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بڑے بڑے دیندار، نیک اور ولی اللہ بادشاہوں کو ڈاکو، ظالم، جابر لکھا جبکہ چوروں اور ڈاکوؤں کو، مرہٹوں کو جانباز اور دلیر لکھا اور ہماری بدقسمتی کی حد یہ ہے کہ ابھی تک تک وہی کچھ ہمارے نصاب تعلیم میں پڑھایا جا رہا ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ انگریز نے جہاں اور بہت سی تبدیلیاں کیں وہاں مسلمانوں کی تاریخ کو بدلنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بڑے بڑے دیندار، نیک اور ولی اللہ بادشاہوں کو ڈاکو، ظالم، جابر لکھا جبکہ چوروں اور ڈاکوؤں کو، مرہٹوں کو جانباز اور دلیر لکھا

کسی بھی حکومت سے، کسی بھی قاعدے سے اختلاف ہو سکتا ہے اگر اختلاف سے بالاتر ہے تو وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کا ارشاد۔ اللہ کا حکم اس طرف سے بالاتر ہے، اس سے نیچے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اختلاف برائے اختلاف نہیں۔ ایک بات یہ...... میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان حکمرانوں نے برصغیر میں علم و تدریس کے ایسے ادارے بنائے جنہیں کئی کئی مربع جاگیریں دیں، ان کے بورڈز آف گورنر بنائے، ان جاگیروں کی آمدنی پر وہ ادارے مفت تعلیم دیتے

تھے' کتابیں بھی' طلبہ کی رہائش بھی' اداروں کے اساتذہ کی تنخواہ بھی اس سے دی جاتی اور مزے کی بات یہ ہے کہ برصغیر میں ایک عالم' ایک مفتی' ایک ڈاکٹر اور ایک جرنیل ایک ہی ادارے سے آتے تھے۔ اسی سے انہیں جامعات کہا جاتا تھا۔ انگریزی لفظ یونیورسٹی کا ترجمہ جامعہ ہے جہاں سارے علوم یکجا کر دیئے جائیں اور یہ جامعات جگہ جگہ تھیں اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حکمرانوں کے بچے بھی جامعات میں پڑھتے تھے' شہزادوں کی تعلیم کیلئے علماء تشریف نہیں لے جاتے تھے' شہزادے جامعات میں آتے تھے۔ مسلمانوں کے زوال کے بعد جب پنجاب پر رنجیت سنگھ اور سکھوں کی حکومت آئی تو رنجیت سنگھ کے ساتھ جو مسلمان جرنیل یا مسلمان طبیب تھے وہ بھی انہی جامعات کے فاضل تھے عالم بھی تھے' جرنیل بھی تھے' طبیب بھی تھے۔

انگریز نے آ کر جو رپورٹ برطانیہ بھجوائی وہ برٹش لائبریری میں تھی برٹش لائبریری آف انڈیا کی زینت تھی آجکل جناح لائبریری لاہور میں بھی اس کی نقل میسر ہے۔ لارڈ کلائیو نے جو رپورٹ بھیجی تھی اس میں اس نے لکھا تھا کہ برصغیر میں مسلمانوں پر حکومت کرنا بہت مشکل ہے اس لئے کہ ان کا لٹریسی ریٹ Eighty Four پرسنٹ یعنی 84 فیصد ہے۔ جس قوم میں اتنے پڑھے لکھے لوگ ہوں اسے غلام بنانا مشکل ہے۔ برصغیر اتنا خوشحال تھا کہ یورپ کے لوگ یہاں روزگار کیلئے آتے تھے جس طرح اب ہم یورپ امریکہ روزگار کی تلاش میں جاتے ہیں وہ لوگ یہاں آتے تھے۔ انگریز نے اپنی کالونی بنانے کیلئے ایک ہی تدبیر سے بڑا شکار کیا۔ حکم جاری کر دیا کہ دینی مدارس کی جائیدادیں ضبط کر لی جائیں' کتابیں ضبط کر لی جائیں اور دینی مدارس کے پڑھے ہوئے کسی بندے کو سرکاری ملازمت نہ دی جائے۔ اب اگر جاگیریں ضبط ہو گئیں' ملازمتیں ملنے سے رہیں' علمائے حق کو اللہ نے یہ ہمت دی کہ انگریز کے پورے دور میں انہوں نے محنت و جانفشانی سے

> **برصغیر اتنا خوشحال تھا کہ یورپ کے لوگ یہاں روزگار کیلئے آتے تھے جس طرح اب ہم یورپ امریکہ روزگار کی تلاش میں جاتے ہیں وہ لوگ یہاں آتے تھے۔**

قال اللہ وقال الرسول ﷺ کو زندہ رکھا اور اللہ کی ان پر کروڑوں رحمتیں ہوں کہ اللہ کا پیغام اللہ کے حبیب ﷺ کا پیغام ہم تک ان کے طفیل پہنچا۔ اگر انگریز کا بس چلتا تو شاید یہاں سے اللہ کے نام کو مٹا ڈالتا لیکن یہ اس سرزمین کی خوش قسمتی تھی اس پر اللہ نے ایسے عظیم انسان پیدا فرمائے کہ انتہائی مشکل حالات میں بھی سینکڑوں نہیں ہزاروں پھانسیوں پر جھول گئے' لاکھوں شہید ہو گئے' کتنوں نے کالا پانی کاٹا اور کتنے عمر بھر قید و بند کی صعوبتوں میں رہے لیکن اس سب کے باوجود قال اللہ وقال الرسول ﷺ کو قائم رکھا اور انشاء اللہ یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اگرچہ آج پراسرار طور پر پس پردہ بعض عناصر اسلامی تعلیمات اور قرآنی آیات کو مروجہ نصاب تعلیم سے نکالنے کے در پے ہیں لیکن ہر سطح پر قومی احتجاج نے حکمرانوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔

صدر مملکت جنرل پرویز مشرف' وزیر اعظم جمالی اور حکمران جماعت کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین کی مثبت یقین دہانی اپنی جگہ یقیناً خوش آئند ہے لیکن پس پردہ اسلام دشمن عناصر کو بے نقاب کرنا بہت ضروری ہے اور یہ بھی جاننا ازبس ضروری ہے کہ کارستانی کس کے حکم پر کی گئی ہے کیونکہ بظاہر اس کا محرک سمجھے جانے والی متعلقہ اہم شخصیت وفاقی وزیر تعلیم محترمہ زبیدہ جلال بھی اس مذموم عمل سے لاتعلقی کا اظہار کر چکی ہیں' بہتر ہوگا کہ اس سلسلے میں ایک جوڈیشل انکوائری کمیشن مقرر کیا جائے جس کی رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کی جائے۔ نیز ملک کے تمام تعلیمی اداروں میں ہر سطح پر یکساں نصاب تعلیم رائج کرنے کیلئے قومی نصاب تعلیم کمیٹی قائم کی جائے اور اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان کا نظام تعلیم و تدریس اور نصاب، جدید سائنسی اپروچ کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ قومی و اخلاقی اقدار اور اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو۔ بنیادی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ کی حیثیت سے ہم اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ ہمارے علم کا سرچشمہ قرآن و سنت ہے۔ ☆☆

بشکریہ روزنامہ نوائے وقت ملی ایڈیشن

غلبہ اسلام کے لئے شرط

ہمیں اپنا افکار کا' اپنے کردار کا' جائزہ لینا ہوگا کہ ہم کتنے اللہ اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے ہیں اور کتنا کردار ہم نے کافروں کا اپنا لیا ہے۔ ہماری زندگی میں عمل دخل اللہ کے حکم اور اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کا ہے یا ہماری زندگی' ہماری صبح شام' ہماری سوچ' ہمارے تعلقات' ہماری خرید و فروخت' ہمارا لین دین' کہیں کافروں کی طرح کا تو نہیں ہوگیا اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوگیا ہے تو آج بھی اُس کا باب رحمت وا ہے۔ اُس کی بخشش کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بارگاہ نبوی ﷺ کھلی ہوئی ہے آج بھی صدق دل سے قبول کرلے کہ یا اللہ جو ہوا غلط ہوا ہم توبہ کرتے ہیں۔ اور اب سے عہد کرتے ہیں کہ تیرے نبی ﷺ کی غلامی میں جیں گے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 30-1-04

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا یھا الذین امنو من یرتدمنکُم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ. اذلہ عَلیَ الْمومنینَ اعزَ ۃِ علی الکٰفرینَ یجاھدو ن فی سبیل اللّٰہ و لا یخافون لومۃَ لا ىمo ذلک فضل اللہ یوتیہِ من یشآءo واللّٰہ واسع علیم o انما ولِیکم اللّٰہ ورسولُہ' والّذینَ امنوا الذین یقیمُونَ الصلوۃ ویوتون الزکٰوۃ وھُم راکعُونo ومن یّتولّ اللّٰہ ورسولہ، والذینَ امنُوا فاِنَّ حزب اللّٰہ ھُم الغٰلِبُونَo

قرآن حکیم ایک ازلی ابدی حقیقت ہے اور دنیا کا کوئی ایسا موضوع نہیں' حالات کی کوئی ایسی کروٹ نہیں' واقعات کی کوئی ایسی کڑی نہیں' جو قرآن حکیم میں زیر بحث نہ آئی ہو۔ یہ اللہ کا کلام ہے اور آقا نامدار حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے سے لیکر قیام قیامت تک ہر حقیقت کی نشان دہی کرنا اسی کا منصب جلیلہ ہے۔ آج بین الاقوامی حالات کے تناظر میں جو صورت حال ہے جو کردار مسلمان کہلوانے والوں کا ہے اور جس طرح کے حالات انہیں پیش آرہے ہیں

> اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب قوم یہود ہے لیکن مسلمان کا کردار اس عہد میں اُس سے بھی گر چکا ہے۔

اُس کی منظر کشی بھی اس آیت کریمہ میں کردی گئی ہے۔ چھٹے پارے میں سورۃ المائدہ کی یہ آیت کریمہ سارے حقائق کھول کر ارشاد فرماتی ہے۔

اُن لوگوں سے بات ہو رہی ہے جو ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ خود کو مسلمان کہلواتے ہیں۔ یا یھا الذین امنو. اے وہ لوگو! جو ایمان والے ہو من یرتدمنکُم عن دینہ. اگر تم لوگ اپنے دین سے پھر جاتے ہو' دین کو چھوڑ دیتے ہو' یاد رہے ارتداد کا مطلب ہوتا ہے کلی طور پر دین کو چھوڑ دینا۔ یہ تو کفر کے درجے میں چلا جاتا ہے لیکن ایک درجہ یہ بھی ہے کہ بندہ زبانی تو کہتا رہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن اُس کا عمل کافروں جیسا ہو تو عنداللہ جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ اعمال پر ہوتے ہیں زبانی دعوے پر نہیں ہوتے۔ اگر اُس کا کردار کافروں جیسا ہوگا تو باعتبار اپنے کردار کے وہ بھی مرتد ہے۔ اور اگر آج کی دنیا میں ہم دیکھیں تو ہمارا کردار کیا ہے؟ معیشت سودی ہے اور سود پر اللہ کریم کا حکم ہے جس نے سود نہ چھوڑا۔ اُس نے گویا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اب جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ اُس پر کیا مرتد کا حکم نہیں لاگو ہوگا؟ اسی طرح آپ شہروں میں' بازاروں میں' گلیوں میں' پھر کر دیکھیں کتنے چہرے آپ کو دین دار نظر آتے ہیں؟ کتنی خواتین آپ کو باپردہ نظر آتی ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو اسلامی احکام سے

واقفیت رکھتے ہیں؟ اکثریت کو آپ کفار سے مشابہہ پائیں گے۔علامہ مرحوم نے کہا تھا کہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ اور تمدن میں ہنود
اور یہ مسلمان جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یعنی تمہاری شکل عیسائیوں جیسی ہے اور تمہارا رہن سہن اور رسم و رواج ہندوؤں کا ہے۔

یعنی خود کو مسلمان کہتے ہو لیکن تمہیں اور تمہارا کردار دیکھ کر یہودی بھی شرمندہ ہو جائیں۔ دنیا کی سب سے گری ہوئی قوم اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب قوم یہود ہے لیکن مسلمان کا کردار اس عہد میں اُس سے بھی گر چکا ہے۔ کتنے ہیں جو وعدہ کر کے پورا کرتے ہیں؟ کتنے ہیں جو سچ بولتے ہیں؟ کتنے ہیں جو اللہ کی عبادت بجالاتے ہیں؟ احکام شرعی کا احترام کرتے ہیں۔ ہر چیز اگر کچھ باقی بھی ہے تو اُس کی بھی ایک رسم ہوگئی ہے۔ایک رواج رہ گیا ہے۔رواج میں اور عمل میں بڑا فاصلہ ہوتا ہے۔کتنے لوگ ہیں جو محبت الٰہی سے بے قرار ہو کر سربسجود ہوتے ہیں؟ اکثریت جو نماز ادا ہی نہیں کرتی اُسے تو چھوڑ دیجئے لیکن ہم جو ادا کرتے ہیں ہم پر بھی ایک بوجھ ہے۔ہم اُسے بوجھ سمجھ کر دیکھا دیکھی اُٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں۔کیا رب کریم کو ہمارا اُٹھنا بیٹھنا منظور ہے؟ ہرگز نہیں' بلکہ اُسے تو وہ درد دل چاہئے جو اُس کے جمال کا طالب ہو۔اُسے تو وہ تڑپ چاہئے جو اُس کے قرب کی متلاشی ہو۔اُسے تو وہ آرزو چاہئے جو اُس کی ذات سے اُس کو مانگے۔ اُسے تو وہ جان چاہئے جو اُس کے حبیب ﷺ پر نچھاور ہو سکے۔اُسے تو وہ جذبہ چاہئے جو قربان ہو سکے۔اُس کے ارشادات پر اُس کے نبی ﷺ کے احکام پر' اُس کے حبیب ﷺ کی اطاعت پر' اگر اس معیار سے دیکھا جائے تو کتنے لوگ نکلیں گے؟ رب جلیل فرماتے ہیں کہ یہ جو آثار ہیں مسلم دنیا میں یہ تو ارتداد کے ہیں۔دین سے پھر جانے کے ہیں۔دین کو چھوڑ دینے کے ہیں لیکن کیا جو ہم برائے نام مسلمان ہیں ہمارے چھوڑ دینے سے دین ختم ہو جائے گا فرمایا نہیں' ایسا نہیں ہوگا۔

رواج میں اور عمل میں بڑا فاصلہ ہوتا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو محبت الٰہی سے بے قرار ہو کر سربسجود ہوتے ہیں؟

فسوف یاتی اللّٰہ بقومٍ ○ اللہ کریم عنقریب ایسے لوگ پیدا کر دے گا۔وہ شاعر نے کہا تھا۔

اُس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

وہ فرماتا ہے میں ایسے بندے پیدا کر دوں گا۔یُحِبُّھُم وَیُحِبُّونَہٗ'. میں جن سے محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کریں گے۔بڑا عجیب کلیہ ارشاد فرمایا کہ بندے کو پہلے اللہ کی محبت جیتنی پڑتی ہے۔اللہ جس سے محبت کرتا ہے اُس کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے۔ یعنی بڑا فلسفہ ہی سارا بدل گیا۔جو ہمارے تصور میں ہے کہ ہم اللہ سے محبت کریں۔ہم نہیں کر سکتے وہ ہم سے محبت کرے۔پھر ہمارے دل میں اُس کی محبت پیدا ہو سکتی ہے اور اب ہم کیا کریں؟ کہ اللہ ہم سے محبت کرنے لگے یہ تو سارا فلسفہ ہی بدل گیا۔جو ہمارے تصور میں ہے کہ ہم اللہ سے محبت کریں۔ہم نہیں کر سکتے۔وہ ہم سے محبت کرے پھر ہمارے دل میں اُس کی محبت پیدا ہو سکتی ہے اور اب ہم کیا کریں؟ کہ اللہ ہم سے محبت کرنے لگے یہ تو سارا فلسفہ ہی بدل گیا۔جبکہ ہمارے پاس ہمارا مبلغ جو تصور اللہ کی بناتا ہے اور جو تصور ذات باری کا ہمیں دیتا ہے۔وہ تو بالکل ایسا ہے کہ ہر بندہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اللہ ایک ایسی طاقت ہے جو میری تاک میں بیٹھا ہے کہ کہیں اس کا پاؤں پھسلے اور میں اسے پکڑ کر سزا دوں، اسے ماروں اور اسے تباہ کر دوں۔جب کسی ہستی کے بارے تصور ہی ایسا دیا جائے کہ بھئی اُس کے قابو آ گئے تو وہ تمہیں تباہ کر دے گا۔ تو اُس سے محبت کون کرے گا؟ اللہ کا یہ تصور نہ قرآن نے دیا' نہ نبی اکرم ﷺ نے دیا' بلکہ اللہ کا تصور جو کتاب اللہ نے دیا۔ جو آقائے نامدار ﷺ نے دیا وہ یہ ہے کہ جسے کوئی بھی نہیں چاہتا' جسے کوئی بھی نہیں جانتا' جسے کوئی بھی نہیں پوچھتا' اللہ کو وہ بندہ بھی عزیز ہے۔جو گناہوں میں لتھڑ گیا' جو کفر کی ذلت میں گر گیا' جو شرک میں گرفتار ہو گیا' اللہ کو وہ بھی عزیز ہے۔شرط صرف یہ ہے کہ وہ چھوڑ چھاڑ کر سب کچھ اللہ کی

طرف چل پڑے تو اللہ اُسے دوڑ کر لپک لیتا ہے۔ ساری زندگی گناہ میں گزار دی۔ ساری زندگی بُرائی میں گزار دی۔ شکل سے اچھا نہیں ہے۔ کردار سے اچھا نہیں ہے' لیکن جب کبھی جہاں کھڑا ہو کر کہہ دے کہ اے اللہ میں غلطی پر تھا میں تیرے حضور حاضر ہونا چاہتا ہوں تو حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ وہیں سے اُسے لپک لیتا ہے اور یبدل اللّٰہ سیاتِھم حسنٰت o توبہ اگر خلوص دل سے ہو تو گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتی ہے۔ وہ گناہ کرتا رہا اور اُسے گناہوں کے بدلے نیکیاں عطا کر دیتا ہے۔ رب جلیل کا یہ تعارف' رب جلیل کی یہ تعریف' رب جلیل کی یہ معرفت' عام آدمی کو سمجھائی جائے تو وہ کیوں نہ اُس ہستی سے محبت کرے؟ جو اُس کے گناہوں پر بھی پردہ ڈالتا ہے۔ جو اُسے رُسوا نہیں کرتا۔ جو اُس کی کوتاہیوں پر اُسے رزق دیتا ہے۔ اُسے بھوکا نہیں چھوڑتا جو اُس کی ہزار بُرائی کے باوجود اُسے زندگی کی نعمت سے محروم نہیں کرتا۔ جو اُس کی لاکھوں بُرائیوں کے باوجود اُس کا انتظار فرماتا ہے کہ کبھی واپس آ جا۔ جو اپنے عاجز' محتاج' حقیر' گناہگار' اور کفر و شرک میں مبتلا بندوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرماتا ہے۔ رحمتہ اللعلمین ﷺ کو مبعوث فرماتا ہے کہ جو اُن کو ایذا دیتے ہیں وہ اُن کے لئے دعا فرماتے ہیں کیا کریم رسول اللہ ﷺ مبعوث فرمایا۔

کہ آپ ﷺ طائف میں تشریف لے گئے۔ سرداران طائف نے نہ صرف انکار کیا بلکہ بچے پتھر دے کر پیچھے لگا دیئے اور آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کر دی۔ حضور اکرم ﷺ بچتے بچاتے ایک باغ میں آپ ﷺ ستانے کیلئے رُکے اور عالم یہ تھا کہ پتھروں سے زخم آئے اور خون مبارک وجود اطہر ﷺ سے جاری ہوا اور نعلین مبارک پائے مبارک میں چپک گئے تھے۔ خون جم گیا تھا۔ بہہ بہہ کر نعلین مبارک میں اور جوتے اترنا مشکل ہو گئے تھے۔

> جب کسی ہستی کے بارے تصور ہی ایسا دیا جائے کہ بھئی اُس کے قابو آ گئے تو وہ تمہیں تباہ کر دے گا۔ تو اُس سے محبت کون کرے گا؟

رب کریم کی غیرت کو جوش آیا۔ آپ نے ملک الجبال کو حکم دیا۔ جو فرشتہ پہاڑوں پہ مقرر ہے۔ اُسے حکم دیا کہ انہوں نے میرے حبیب ﷺ پر پتھر پھینکے ہیں۔ طائف کے گرد بڑے بڑے پہاڑ ہیں تم یہ پہاڑ اٹھا کر ان پر پھینک دو۔ انہیں سمجھ آ جائے کہ پتھر کیسے پھینکے جاتے ہیں؟ لیکن میرے نبی ﷺ کی اجازت سے ایسا کرنا۔ وہ فرشتہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اُسی زخمی حالت میں تشریف فرما ہیں' پیاس سے لب مبارک سوکھ رہے ہیں۔ زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں' ملک الجبال نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی اجازت درکار ہے یہ طائف کے گرد جو بڑے بڑے پہاڑ ہیں میں اٹھا کر اس بستی پر پھینک دوں گا۔ آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔

"اے اللہ انہیں ہلاک نہ کر۔ اللھم اھد قومی اگر کرنا چاہتا ہے تو انہیں ہدایت دے دے انہوں نے جو پتھر پھینکے ہیں وہ اس لئے پھینکے ہیں۔ فانھم لا یعلمون. یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ یہ مجھے' میری عظمت کو' میری رسالت کو' میرے مقام و مرتبے سے ناواقف ہیں۔ یہ اپنے ایک پڑوسی کو پتھر مار رہے ہیں کہ مکہ مکرمہ کا ایک قریش کا فرزند آیا ہے اور وہ ہم سے بات منوانا چاہتا ہے۔ تو یہ اُس کو پتھر مار رہے ہیں۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تو جانتے ہی نہیں' جانتے ہوتے تو پتھر نہ مارتے اور اگر یہ مار ہی رہے ہیں تو شاید ان کی نسل سے کچھ لوگ پیدا ہوں جو تیرے نبی ﷺ کی خدمت کریں۔ تیرے نبی ﷺ کی بات مانیں۔ تیرے نبی ﷺ کی اطاعت و غلامی کریں۔

اندازہ کیجئے ایسا کریم رسول ﷺ مبعوث فرمایا جو ایذا دینے والوں کے لئے دعا فرما رہا ہے۔

تو مسئلہ آ کر محبت پہ اٹک گیا۔ محبت شے کیا ہے اِس کی بڑی تشریحات کی گئیں۔ شعراء نے اپنے شعروں میں' فلاسفہ نے اپنے فلسفے میں' انشا پردازوں نے اپنی انشا میں' اور نقادوں نے اپنی تنقید میں' تفسیر لکھنے والوں نے اپنی تفاسیر

میں، اور دلائل دینے والوں نے اپنی دلیلوں میں، بہت سے انداز بیان کئے ہیں محبت یہ ہے۔ محبت یہ ہے محبت یہ ہے لیکن سب کو جمع کر لیا جائے مختصراً بندہ جاننا چاہے کہ محبت ہے کیا؟ تو سادہ سے الفاظ میں ایک ایسا رشتہ جو کسی ہستی سے بن جائے تو پھر سب کچھ اُس پہ لٹا دینے کو جی چاہے۔ یہ محبت ہوتی ہے۔ محبت کچھ لینے وصول کرنے کا نام نہیں ہے۔

فان المحب لمن یحبُ مطیعُہ'۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے کہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اُس کا بندہ بے دام بن جاتا ہے۔ اُس کا غلام بن جاتا ہے۔ اُس کی اپنی پسند نہیں رہتی، اُسے وہی چیز پسند ہوتی ہے۔ جو محبوب کو پسند ہو اُسے وہی کام پسند ہوتا ہے جو محبوب کو پسند ہو۔ وہ وہی کرتا ہے جو محبوب چاہے۔ فان المحب لمن یحب مطیعہ'۔

وہ اس کا فرماں بردار بن جاتا ہے۔

اب یہ محبت، یہ جذبہ، کہ اللہ کریم سے ہمارا ایسا تعلق پیدا ہو جائے تو اللہ کریم فرماتا ہے پہلے میں محبت کرتا ہوں۔ یحبھم۔ اُن لوگوں سے میں محبت کرتا ہوں۔ ویحبونہ'۔ پھر وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ بندے کی تو مجال ہی نہیں ہے کہ اُس کی ذات کو سوچ سکے اس کی ذات بندے کی سوچوں سے بالاتر۔ اب جس سے وہ محبت کرے جواباً وہ بندہ اُس سے محبت کرے گا۔ وہ محبت کیسے کرے گا؟ قرآن حکیم میں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا گیا کہ میرے حبیب ﷺ ان لوگوں کو بتاؤ، اعلان کر دو اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو۔

ان کنتم تحبون اللہ۔ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو۔ فاتبعونی۔ تو میری غلامی اختیار کرلو یحببکم اللہ۔ تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو۔ ان کنتم تحبون اللہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو۔ فاتبعونی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کرلو جو جتنا حضور ﷺ کا غلام ہوگا وہ اتنا اللہ کو محبوب

توبہ اگر خلوص دل سے ہو تو گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتی ہے۔

ہوگا۔ اور جب اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تمہارے دل میں بھی عشق الٰہی کی چنگاری بھڑک اٹھے گی۔ پھر تم بھی اللہ سے محبت کرنے لگ جاؤ گے۔ یہاں یہی ارشاد فرمایا کہ اگر تم دین کو چھوڑ دو گے، اگر تمہارا کردار دین کے خلاف ہوگا تو میں قادر ہوں دین ختم نہیں ہوگا بلکہ ایسے لوگ پیدا کردوں گا جو مجھے محبوب ہوں گے۔ جو میرے نبی ﷺ کے غلام ہوں گے۔ جو میرے نبی ﷺ کی اداؤں پہ اپنی جانیں نثار کرنے والے ہوں گے اور میں اُن سے محبت کروں گا۔ وہ مجھ سے محبت کریں گے۔

یحبھم ویحبونہ'۔ اُن کی نشانیاں اُن کی پہچان کیا ہوگی؟ فرمایا اذلۃ علی المومنین۔ مومنین کے لئے وہ بڑے نرم دل ہوں گے۔ اعزۃ کافروں کیلئے بڑے سخت جان ہوں گے۔ یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومتہ لا ئم o وہ اللہ کی راہ میں جہد کریں گے اور کسی پراپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے۔ لومتہ لائم o وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی پر پراپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے۔ لومتہ لائم o کیا ہے عہد حاضر میں اس کی تعبیر آج کا پراپیگنڈہ ہے اور آپ خوب جانتے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑا ہتھیار پراپیگنڈہ ہے۔ جسے اس کا طریقہ آ گیا وہ دنیا کو تہہ و بالا کر دیتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے۔

ہٹلر کی فتوحات جو پے در پے ہوتی تھیں اُن میں سب سے بڑا ہتھیار پراپیگنڈہ ہوتا تھا، جھوٹ ہوتا تھا، مثلاً ہٹلر کی افواج کسی شہر کا محاصرہ کر لیتیں تو اعلان کر دیتا جرمنی ریڈیو پہ خبر آ جاتی کہ فلاں شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پوری دنیا کو وہ اطلاع کر دی جاتی۔ پوری دنیا پہ خبر پھیلا دی جاتی، فلاں شہر فتح ہو گیا حالانکہ شہر فتح نہیں ہوتا۔ اُس پر پراپیگنڈے کا یہ اثر ہوتا کہ جب اُس شہر میں خبریں پہنچتیں تو وہ سوچتے کہ باہر کی دنیا تو اب ہماری خبر نہیں لے گی۔ سب نے سمجھ لیا کہ شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو واقعی شہر والے بھی ہتھیار ڈال دیتے اور

تیسرے دن وہ فتح ہو جاتا۔ گوبل ہٹلر کا وزیر تھا۔ اُس کا مقولہ ہے اُس نے کہا تھا کہ جھوٹ بولو اور اتنی بار بولو کہ اگلے کو سچ کا گمان ہونے لگے۔ اُس گوبل کے جھوٹ نے ہٹلر کے پراپیگنڈے نے' بے شمار دنیا مسخر کر لی اور فتح کر لی لیکن یہ لوگ جو اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے' جو اللہ کے محبوب ہوں گے' فرمایا لایخافون. لومتہ لائم٥ کسی پراپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے۔ کسی کی باتوں سے نہیں ڈریں گے۔ لوگ کیا کہتے ہیں اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔

آج اگر آپ خود غور فرمائیں تو دین پر عمل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ شادی تو شادی موت پر بھی کسی کو کہا جائے کہ شریعت کے مطابق معاملہ کرو تو کہتے ہیں لوگ کیا کہیں گے؟ کسی معاملے میں' شادی میں کہو کہ رسومات ہندوانہ ادا نہ کی جائیں اور سادہ سی اسلامی اطوار کے مطابق شادی اور دعوت کی جائے تو کہتے ہیں لوگ کیا کہیں گے؟ اور عجیب بات ہے یہ لوگ ایسے لوگ بھی کہتے ہیں جنہیں کوئی لوگ جانتے بھی نہیں، لوگ انہیں یاد بھی نہیں کرتے، لوگوں کو پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ وہ کہاں مر گئے یا کہاں انہوں نے شادی کی؟ انہیں بھی یہ ڈر ہوتا ہے لوگ کیا کہیں گے؟ وہ بندے یہ نہیں سوچیں گے لوگ کیا کہیں گے؟ وہ سوچیں گے کہ اللہ کریم میرے اس کردار سے راضی ہوگا یا ناراض ہوگا۔ ناراض ہوگا چھوڑ دیتے ہیں راضی ہوگا تو کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کے بندوں کی یہ کوالٹی سب کے سامنے آجاتی ہے کہ جب عمل کا وقت آتا ہے تو وہ یہ نہیں سوچتے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ وہ یہ سوچتے ہیں کہ میرے اللہ کا حکم کیا ہے؟ میرے نبی ﷺ کا حکم کیا ہے؟ میرے لئے میرے پیامبر ﷺ نے کیا تجویز فرمایا وہ کر گزرتے ہیں۔ لوگوں کا جو جی چاہے کہہ لیں قیامت کو لوگوں کے سامنے جواب نہیں دینا۔ جس کے سامنے جواب دینا ہے وہ کیا کہتا ہے؟ وہ کیا فرماتا ہے؟ وہ تو فرماتا ہے۔

اندازہ کیجئے ایسا کریم رسول ﷺ مبعوث فرمایا جو ایذا دینے والوں کے لئے دعا فرما رہا ہے۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من ایشاء ٥ یہ تو اللہ کا کرم ہے اور اُس کے کرم کی بات نہ پوچھو۔

اُس کے کرم کی بات نہ پوچھو

اُس کا کرم بس اُس کا کرم ہے

وہ جب کرم کرتا ہے' وہ جب مہربانی فرماتا ہے' جب اُس کا فضل ہوتا ہے تو دنیا بدل جاتی ہے۔ دل بدل جاتے ہیں' مزاج بدل جاتے ہیں' سوچیں بدل جاتی ہیں' افکار بدل جاتے ہیں' کردار بدل جاتا ہے' واللّٰہ واسع' علیم''۔ اللہ بہت وسیع قدرت والا اور اپنے علم والا ہے۔ وہ بڑی کشائش والا ہے۔ اُس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے وہ بہت واسع ہے اور ہر بات کو، ہر چیز کو، جانتا ہے علیھم ہے پھر فرمایا ایک بات یاد رکھیے تم اگر اللہ کے احکام کو چھوڑتے ہوئے لوگوں کے لئے' لوگوں کی دوستی کیلئے' لوگوں کی باتوں سے بچنے کے لئے' تو یاد رکھو تمہارا کوئی دوست نہیں ہے۔

انما ولیکم اللّٰہ. تمہارا سب سے بڑا دوست اللہ ہے۔ اب اندازہ کیجئے اُس تصور کا جو ہمارا واعظ ہمیں دیتا ہے جو ہمیں اللہ سے ڈراتا ہے اور خوفناک صورت حال پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے میں تو تمہارا سب سے بڑا دوست ہوں۔ تمہارا دوست ہی میں ہوں۔ یا میرا رسول ﷺ۔ میرا حبیب ﷺ تمہارا دوست ہے کہ تم گناہ کرتے ہو وہ تمہاری بخشش کی دعا کرتا ہے۔ تم خطا کرتے ہو وہ تمہیں واپس لانے کی تدبیریں کرتا ہے۔ تم دور جاتے ۔۔۔ تمہیں قریب لانے کے لئے ہر وقت کوشاں ہے۔ انما ولیکم اللّٰہ ورسولُہ' والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون. تمہارے دوست پھر وہ مومن ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں' جو اللہ کی رضا کے لئے۔ اگر دوستی کا بھروسہ کرنا ہے تو اُن لوگوں پر کرو، اللہ پر کرو۔ اللہ کے حبیب ﷺ پر کرو۔ پھر تمہیں وہ لوگ میسر آجائیں گے۔ جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ کے ہر حکم پر اُن کا سر تسلیم خم ہے۔ پھر فرمایا یاد رکھو! ومن یتول اللّٰہ ورسولہ'

جس نے اللہ سے دوستی کر لی اور اُس کے حبیب ﷺ سے دوستی کر لی اور وہ ایمان لایا اور جو لوگ ایمان لائے والذین امنوا۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی دوستی کیا ہے؟ اُن حقائق پر سچے دل سے یقین کر لینا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بتائے ہیں تو فرمایا یہ اللہ کی فوج ہے۔

فان حزب اللّٰہ ھُم الغٰلبون ۔ اور ہمیشہ دنیا میں یہ غالب رہے گی۔ یہ فاتح رہے گی' کوئی اس کو تسخیر نہیں کر سکتا۔ کوئی اسے اپنا غلام نہیں بنا سکتا۔ اس لئے کہ فان حزب اللّٰہ ھُم الغٰلبون. اللہ کی جماعت ہمیشہ غالب رہے گی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں شکوہ تو یہ ہے کہ ہم دنیا بھر میں مغلوب ہیں۔ قرآن وعدہ کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تم غالب رہو گے۔ پھر ہمیں اپنا افکار کا' اپنے کردار کا' جائزہ لینا ہوگا کہ ہم کتنے اللہ کے ہیں۔ کتنے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہیں اور کتنا کردار ہم نے کافروں کا اپنا لیا ہے۔ ہماری زندگی میں، عمل دخل اللہ کے حکم اور اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کا ہے یا ہماری زندگی' ہماری صبح شام' ہماری سوچ' ہمارے تعلقات' ہماری خرید وفروخت' ہمارا لین دین' کہیں کافروں کی طرح کا تو نہیں ہوگیا اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا ہے تو آج بھی اُس کا باب رحمت وا ہے۔ اُس کی بخشش کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بارگاہ نبوی ﷺ کھلی ہوئی ہے آج بھی صدق دل سے قبول کرلے کہ یا اللہ جو ہوا غلط ہوا ہم توبہ کرتے ہیں۔ اور اب سے عہد کرتے ہیں کہ تیرے نبی ﷺ کی غلامی میں جیئیں گے۔ تیرے نبی ﷺ کی غلامی میں جان نکلے گی۔ تو آج بھی کایا پلٹ جائے گی۔ آج بھی وہ اللہ موجود ہے اور آج بھی اُسی نبی کریم ﷺ کی نبوت موجود ہے اور بخشش کا دروازہ کھلا ہے۔ جب تک آنکھ بند نہیں ہو جاتی۔ جب تک سانس رک نہیں جاتی۔ جب تک موت آ نہیں جاتی تب تک بخشش کا دروازہ کھلا ہے۔

میرے بھائی! اپنا اپنا محاسبہ کرو۔ اپنی اپنی

> اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو
> تو محمد رسول اللہ ﷺ کی
> غلامی کر لو جو جتنا حضور ﷺ
> کا غلام ہوگا وہ اتنا اللہ کو
> محبوب ہوگا

زندگی کو دیکھو' اپنے صبح شام کو دیکھو' اپنے لین دین کو دیکھو' اپنے حلیے سے لیکر اپنے دل کی گہرائی تک ایک ایک چیز کو دیکھو' ہر چیز کو غلامی محمد رسول اللہ ﷺ کے رنگ میں ڈبو دو۔ رنگ دو۔ اللہ بھی تمہارا ہے۔ اللہ کا عالم اور اللہ کی دنیا بھی تمہاری ہے۔ یہ دنیا بھی تمہاری ہے۔ آخرت بھی تمہاری ہے' شرط صرف یہی ہے کہ جہاں ہو جیسے ہو واپس بارگاہ نبوی ﷺ میں آ جاؤ۔

وآخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ان اللّٰہ وانا الیہ راجعون

1- صوفی عبدالرزاق انجم صاحب شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ انکی اہلیہ محترمہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں 28 مئی 2004ء کو انتقال فرما گئی ہیں۔

2- سلسلہ عالیہ کے دو ساتھیوں زاہد اسلم اور سہیل اسلم بمقام کڑاہی چک بیلی خان راولپنڈی کے والد گرامی انتقال فرما گئے ہیں

3- قادر بخش صاحب ہیڈ تونسہ بیراج کوٹ ادو مظفر گڑھ کے والدین یکے بعد دیگرے وفات پا گئے ہیں۔

4- جناب ماسٹر نذر محمد صاحب محلہ حیات نگر ڈی۔ جی۔ خان روڈ مظفر گڑھ اس دار فانی سے کوچ فرما گئے ہیں۔

5- حاجی جہانزیب خان پشاور کے ماموں جان انتقال فرما گئے ہیں۔

6- سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی چوہدری عظمت اللہ گھمن چک نمبر ۴۷/۳ بورے والا رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

7- سلسلہ عالیہ کیساتھی اور سپیشل کلاس کے رکن مظہر عباس خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

8- سلسلہ عالیہ کے ساتھی امجد لوہاری گیٹ لاہور کی پھوپھی جان انتقال فرما گئی ہیں۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

مولانا محمد اکرم اعوان کیوں خاموش ہیں؟

غیاث الدین جانباز

مولانا محمد اکرم اعوان کیوں خاموش ہیں؟ اکثر احباب مجھے خط لکھتے ہیں تو یہ سوال ضرور پوچھتے ہیں ان کی تنظیم الاخوان ۱۹۹۸ء میں جب متحرک ہوئی تھی تو میں نے مولانا اوران کی تنظیم کے حوالہ سے کئی مضامین تحریر کئے تھے شاید اسی حوالے سے احباب مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ بعض سیکولر دوست جن سے میری پرانی نیاز مندی ہے' مجھے ناقدانہ لکھتے ہیں کہ اچھی بھلی سیاست کر رہے تھے' سیاست میں نام بھی بنالیا پھر ایک مولوی کے پیچھے لگ کر اپنی سیاست کا بیڑا کیوں غرق کرلیا۔ ایسے ہی ایک بے تکلف دوست نے لکھا ہے کہ مولویوں کے پیچھے لگ کر اب تم نہ تین کے رہے نہ تیرہ کے۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ اس بے تکلفانہ تبصرہ سے متاثر ہوکر ہی میں کچھ لکھنے پر مجبورا ہوا ہوں۔ وصال صنم تو سیکولر سیاست کے ''زریں عہد'' میں بھی نہ ملا تھا کیونکہ میرا اس طبقہ سے تعلق ہے جو محلات میں پیدا نہیں ہوا البتہ سیکولر سیاست سے علیحدگی نے خدا پر ایمان کو پختہ ضرور کر دیا ہے مولانا اکرم اعوان پہلے کی طرح کیوں متحرک نہیں؟ کیا وہ لوگوں سے مایوس ہو گئے ہیں اس سلسلہ میں اس لئے کوئی تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ دو سال سے مولانا کے ساتھ کوئی ملاقات نہیں ہوسکی۔ البتہ دو تین بار فون پر سلام دعا ضرور ہوئی ہے۔ جس طرح مجھے اپنی ماضی کی سیاست پر شرمساری ہے کم از کم مولانا کے ہمراہ رحمانی سیاست کی راہ اختیار کرنے پر مجھے کوئی شرمندگی نہیں۔ مولانا جس مقصد کو لے کر میدان میں آئے اس میں حصول اقتدار ان کی منزل تھی نہ ہے۔ ان کی حکمت عملی سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن مقاصد سے نہیں۔ مولانا بہت اچھے مقرر ہی نہیں مفسر قرآن بھی ہیں اور بلند پایہ عالم ہی نہیں باکمال صوفی بھی ہیں۔ قلب کے تزکیہ کیلئے اللہ نے ان پر جو نوازش کر رکھی ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو اس راہ کا مسافر ہے۔ نفاذ اسلام کی جس جدوجہد کا آغاز انہوں نے کیا تھا میرا خیال ہے ان کی تنظیم الاخوان کے پاس ایسے افراد کی کمی تھی جو عوام کو منظم کر سکتے انکی ٹیم میں ریٹائرڈ فوجیوں کا غلبہ تھا جو اچھے صوفی تو ہیں لیکن تحریکی وسیاسی کام کرنے کی اہلیت وصلاحیت نہیں رکھتے۔ تحریک سیاسی کارکن چلا سکتے ہیں۔ سیاسی کارکن ہی عوام سے ڈائیلاگ کا آشنا ہوتا ہے۔ مولانا کے پاس ایسے افراد تھے ہی نہیں۔ ہم جیسے سیاسی کارکن جو ان کی تحریک سے متاثر ہوئے اور ہمسفر بنے مولانا کے مرید انہیں شک کی نظر سے دیکھتے رہے یہی وجہ ہے کہ صوفیوں اور سیاسی ذہن رکھنے والوں کے مابین فاصلے قائم رہے۔ سابق سینیٹر طارق چوہدری کے استعفیٰ نے اللہ اللہ کرنے والوں کو سیاسی ذہن رکھنے والوں کے بارے میں بدگمان کر دیا۔ مولانا کے عمران خان اور طاہر القادری کے ساتھ اتحاد اور ساتھ ہی نواز شریف کی دعوت پر ملاقات سے ابھرتی ہوئی اس تحریک کے بارے میں سیاسی ومذہبی جماعتوں میں شکوک پیدا ہوئے اور اتحاد بنتے ہی ٹوٹ گیا۔ دینی سیاسی جماعتوں نے جو ابھرتی ہوئی تنظیم الاخوان سے خائف تھیں اس کی قیادت پر تنقید شروع کر دی۔ ان دینی وسیاسی جماعتوں کے حامی کالم نگاروں نے بھی تنقید کا طوفان کھڑا کر دیا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اقتدار مولانا کی منزل نہیں ان کا کہنا ہے جو حکمران بھی اسلام نافذ کرنے پر آمادہ ہو وہ اس کے پاس جانے اور اس ضمن میں مدد کے لئے تیار ہیں۔ نواز شریف کی دعوت بھی انہوں نے اسی لئے قبول کی تھی۔ ان کی جماعت حکومت کی چال سمجھ ہی نہ سکی کہ نفاذ اسلام کا وعدہ تو عمران خان اور طاہر القادری کے ساتھ اتحاد کو سبوتاژ کرنے کیلئے کیا گیا تھا۔ پرویز مشرف کی حکومت بننے کے بعد مینارہ میں خیمہ بستی کا لگانا اور وہاں سے اسلام آباد کی طرف مارچ کا اعلان اور پھر اس کا التوا بھی ممکن ہے کسی سازش کا نتیجہ ہو۔ میں سازش اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعد میں ان کے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں بغاوت کرائی گئی اور بغاوت کرنے والے ہی خیمہ بستی بسانے کے اصل پلانر تھے میں نے ان دنوں سنا تھا کہ امریکہ فوجی حکومت کو برداشت نہیں کر رہا اس لئے امریکہ کو بنیاد پرستوں سے ڈرانے کے لئے صوفیوں کو منصوبہ کے تحت استعمال کیا گیا۔ میں آج بھی مولانا اکرم اعوان کو دین کے نفاذ کی تحریک کیلئے انتہائی مخلص سمجھتا ہوں۔ مولانا کے پیروکاروں کی بہت بڑی تعداد ہے شاید جماعت اسلامی سے بھی زیادہ لیکن ان کے پیروکار عوام کو منظم کرنے کا ہنر نہیں جانتے۔ ان کے پیروکار سیاسی لوگوں کے ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ ان کی رائے میں سیاسی لوگوں کے قلب پر ظلمت کا قبضہ ہے۔ مولانا ذاتی طور پر اس خیال کو مسترد کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ نے جب دین کے نفاذ کا فیصلہ کرلیا تو وہ کسی بے ریش سے بھی کام لے سکتا ہے۔ مولانا جرأت منداور باصلاحیت انسان ہیں۔ کاش اللہ انہیں ایسے افراد بھی سیاسی لوگوں میں سے عطا کردے جو دین کے نفاذ سے مخلص ہوں۔ مولانا میں روشن خیالی بھی ہے جو صوفیوں میں ہوتی ہے۔ صوفی تنگ نظر ہوسکتا ہی نہیں وہ تو اللہ کا اجیر ہوتا ہے اسے اقتدار سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ نہ اقتدار والوں سے کوئی انس ہوتا ہے ان کی منزل صرف نفاذ اسلام ہے ایسا اسلام جو امیروں سے چھین کر غریبوں کو دے۔ ایسا اسلام جس میں وسائل پر چند خاندانوں کا قبضہ نہ ہو بلکہ وسائل کی تقسیم منصفانہ ہو۔ میں ان کے اس اسلام سے متفق ہوں اسی لئے میں اب بھی ان کی تحریک کا حامی ہوں۔

بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'' 14/5/04

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد اکرم اعوان کیسے خاموش ہیں؟

ہم جو اُن سے عقیدت رکھتے ہیں' ان سے برکات اور کیفیات مستعار لینے والے ہمارے دل خونِ مسلم کی ارزانی پہ سی پارہ ہو رہے ہیں تو ان کا حال تو ہمارے حال کی بنیاد ہے کہ اصل تصویر تو اُدھر ہے ہم تو فقط عکس درعکس کے حصہ دار ہیں۔ تو پھر سوال کیوں سے کیسے ہو گیا۔ وہ کیسے چپ ہیں؟؟

آسیہ اسد اعوان

☆..........راولپنڈی..........☆

14 مئی 2004ء کے روزنامہ نوائے وقت میں غیاث الدین جانباز کا کالم نظر سے گزرا جو ''مولانا محمد اکرم اعوان کیوں خاموش ہیں؟'' کے نام سے چھپا تھا۔ صاحب تحریر نے بڑے عمدہ انداز میں اپنا تجزیہ بیان کیا نہ صفائی دی نہ وکالت کی حالانکہ وہ مولانا سے اپنی عقیدت کا برملا اظہار کر رہے ہیں۔ بس جس جگہ وہ صاحب کھڑے ہیں وہاں سے انہیں تصویر کا جو رخ نظر آیا انہوں نے پوری دیانت داری سے سپرد قلم کر دیا۔ اختلاف یا اتفاق سے پرے مجھے صرف اپنا حال دل بیان کرنا ہے مجھے لگا میرے قلم کا مجھ پہ یہ ادھار ہے کہ ان دو سوالوں کی تشنگی کو دور کر دوں کہ مولانا محمد اکرم اعوان پہلے کی طرح متحرک کیوں نہیں؟ کیا وہ لوگوں سے مایوس ہو گئے ہیں؟ وہ کیوں خاموش ہو گئے ہیں حالانکہ چپ رہنے کے دن تو نہیں آج کے اخبار کی مین سرخیاں کچھ یوں تھیں ''امریکی فائرنگ 15 بچوں سمیت 45 عراقی شہید''، ''مقبوضہ کشمیر میں 8 افراد شہید''، فلسطنی مظاہرین پر اسرائیلی فوج کا میزائلوں سے حملہ 24 شہید'' (نوائے وقت ۲۰ مئی ۲۰۰۴ء)

ایک دن میں صرف تین جگہ پر 77 مسلمان کفار کی درندگی کا شکار ہوئے۔ یہ بھی کسی کے تو جگر گوشے ہوں گے ماں کی

> ہمارا کردار اتنا اعلیٰ ہے نہ ہمارا ایمان اتنا کھرا' سچا اور پختہ کہ الاخوان جیسی کوئی تنظیم ہماری نمائندگی کرے اور مہر نبوت کا ہم پہ راج ہو ہماری مسلمانی کو تو ایم ایم اے ہی سزاوار ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے

انتھک محنت اور باپ کی مسلسل مشقت سے پلے ہوں گے۔ جانے کتنے جوان رعنا ہوں گے' کتنوں کے بچے گھروں میں بلک رہے ہوں گے' بیویاں سسک رہی ہوں گی۔ کون ان بچوں کے بھوکے پیٹ بھرے گا ان ماؤں' بیویوں کے آنسو پونچھے گا!!!

اسی اخبار کا رنگین صفحہ دیکھا تو عراقی جنگی قیدیوں کی برہنہ تحقیر و توہین آمیز اذیت ناک تصاویر دیکھ کر تفصیل پڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لفظوں کی یا نفس مضمون کی یوں بھی حاجت نہیں رہی تھی۔

میں نے غیاث الدین صاحب کا کالم نکال کر دوبارہ پڑھا۔ اور اب کے تجسس سے نہیں شکایت سے پڑھا۔ کیوں؟ آخر وہ کیوں خاموش ہیں؟؟

ہم جو اُن سے عقیدت رکھتے ہیں' ان سے برکات اور کیفیات مستعار لینے والے ہمارے دل خون مسلم کی ارزانی پہ سی پارہ ہو رہے ہیں تو ان کا حال تو ہمارے حال کی بنیاد ہے کہ اصل تصویر تو اُدھر ہے' ہم تو فقط عکس در عکس کے حصہ دار ہیں۔ تو پھر سوال کیوں سے کیسے ہو گیا۔ وہ کیسے چپ ہیں؟؟

کوئی اس قدر ظلم پہ کیسے خاموش رہ سکتا ہے؟ خصوصاً اس قدر بصیرت کے حامل' اتنی بصارت والے۔

اللہ کے ہاں ادھار نہیں چلتا وہ نقد کا قائل ہے۔ جو اپنا آپ اسے سونپ دیں ان کا وہ خود ذمہ دار بن جاتا ہے جیسا کہ سلسلہ میں بغاوت جس کا ذکر جانباز صاحب نے بھی کالم

میں کیا ہے کہ سلسلے میں انہیں مشائخ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ خاموشی اختیار کر لیں یہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مجرم ہیں ہم ان سے خود نمٹ لیں گے" اور اس کے بعد شیخ المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان نے چپ سادھ لی مزید نہ کوئی سوال کیا نہ اپنی صفائی دی۔

پس میرے دل نے شکوہ کیا تو میرے مالک نے اسے اپنے کردار کا آئینہ دکھا کر وہیں چپ کرا دیا۔ یہ بات مجھ پر اُسی قدر واضح ہے جس قدر روز روشن میں طلوع ہوتا ہوا سورج واضح ہوتا ہے کہ وہ آجر نہیں اجیر ہیں۔ مولانا تو یہ کہتے ہیں کہ یہ جماعت میری نہیں ہے میں تو دربار نبوی کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں اس جماعت کو بنانے اور چلانے والے کہیں اور ہیں۔ میں نے تو 30 برسوں میں ایک بھی ذکر ایسا نہیں کرایا کہ پہلے مشائخ سے اجازت نہ لے لی ہو۔

اور اظہر من الشمس ہے یہ بات کہ وہ سچ کہتے ہیں اس لئے کہ جب انہیں پابند کر دیا جاتا ہے تو چاہے ان کی اولاد ہسپتال کے سٹریچر پہ کٹی پھٹی پڑی ہو وہ اسے دیکھنے کے لئے نہیں جا سکتے ہاں فون کے دوسرے سرے پہ ضرور موجود رہتے ہیں۔

سفر کا ارادہ کرتے ہیں تو طبیعت خراب ہو جاتی ہے یا گاڑی۔ بسا اوقات ہمرائیوں نے دیکھا بھی کہ ان کی گاڑی واپس گھر کی طرف تو چلتی ہے شہروں کا رخ نہیں کرتی۔ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں، یہ ظاہر رہتے تو اس جہان میں ہیں مگر بستے اس جہان میں نہیں ہیں۔ کھاتے یہاں کا ہیں کام وہاں کے کرتے ہیں۔ وہ نیک ارواح جن کو دنیا کے افعال پہ نگران بنا دیا جاتا ہے یہ ان کے لئے زمین سے رابطے کا کام دیتے ہیں۔ انسانوں سے رابطے کے لئے وسیلہ بن جاتے ہیں۔ حکم ہوتا ہے تو بولتے ہیں نہیں تو چپ سادھ لیتے ہیں۔ نہ ان کی دوستی اپنے لئے ہے نہ دشمنی۔

تو پھر کیا اللہ ہی کو ہماری نجات منظور نہیں کہ یوں کفار کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ روئے زمین کے کسی بھی گوشے میں ہمارے لئے امن

> **شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ زیر زمین چشمے کی طرح ہے جب پھوٹتا ہے تو ایک عالم کو سیراب کر دیتا ہے اور پھر زیر زمین چلا جاتا ہے کسی اور وقت میں پھوٹنے کے لئے"**

نہیں ہے سلامتی نہیں ہے۔ ایسے میں مالک نے نجات کی راہ دکھانے والوں کو بھی اپنی طرف یکسو کر کے ہم سے بیزار کر دیا تو ہم راندہ درگاہ کدھر جائیں کس سے امداد طلب کریں کس سے منصفی چاہیں۔ ان سے جنہیں حکمرانی کی لت پڑ چکی ہے۔ دن کو اقتدار کے نشے میں چور رہتے ہیں اور رات کو شراب کے ہندوستانیوں ہی سے سبق سیکھ لیں کہ جیت کر بھی سونیا گاندھی نے اقتدار کس اور کو سونپ دیا تا کہ ملک میں انتشار نہ پھیلے۔ یہاں جو خود کسی حادثے کی پیداوار تھے مسیحا بن بیٹھے اور خود کو مختار کل سمجھنے لگے۔

چلو مان لیا کہ پہلے حکمران لٹیرے تھے تو آج تک کس سے ملک کی زر واپس لی گئی اور اسے قرار واقعی سزا دی گئی۔ یہاں سب سودے بازی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں انصاف' نہ اسلام' نہ سیاست' نہ جمہوریت' ہمیں ان سے وفا کی امید ہے جو اس بات پہ کامیابی کے شادیانے بجا رہے ہیں کہ ہم نے کفار کی یلغار کا رخ موڑ دیا۔ پہلے افغانوں کی طرف اور پھر عراق کی جانب۔ یہ کیا جانیں وفا کیا ہے۔ یہ تو اسلام دشمنوں اور مسلم کشوں کی خوشنودی کے لئے انہیں ہر ممکن سہولت فراہم کر رہے ہیں۔ "پاک سرزمین" سے اڑ کر امریکی جہازوں افغانستان پہ کارپٹ بمبنگ کی۔ اب وانا آپریشن کے نام پہ اپنے ملک میں خود ہی محاذ جنگ کھول رکھا ہے۔ فوج بھی اپنی' لوگ بھی اپنے اور ہم سے اچھے مسلمان۔ کشمیر کا تو ذکر ہی کیا وہ تو سدا بہار میدان جنگ بنے۔ ہم تو وہ ہیں کہ اپنا اقتدار بچانے کے لئے کافروں کے ایجنٹ بن کر پورے ملک سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر کفار کے خلاف جان و مال لڑا دینے والوں کو پکڑ کر کفار کے سپرد کر رہے ہیں اور ان کے عقوبت خانوں کو بھر رہے ہیں۔ انصاف' نہ روزگار' تعلیم کا انتظام نہ صحت کا مناسب بندوبست اور نہ ہی محفوظ مستقبل۔ یہ کیا معاشرہ ہے یہ کیسی گزر بسر ہے!!!

اور ایسا کیوں نہ ہو جب ربِ ذوالجلال نے یہ فیصلہ دے دیا کہ تم پر تمہارا کردار حکومت کرے گا تو یہ حکمران ٹولہ ان کی نااہلی یہ ان کی خود غرضیاں آئینہ ہیں ہمارے کردار کا۔ ہمارے

کردار اتنا اعلیٰ ہے نہ ہمارا ایمان اتنا کھرا' سچا اور پختہ کہ الاخوان جیسی کوئی تنظیم ہماری نمائندگی کرے اور مہر نبوت کا ہم پہ راج ہو۔ ہماری مسلمانی کو تو MMA ہی سزاوار ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ جیسا ہمارا زبانی کلامی شرمندہ سا اسلام ہے ویسا ہی وہ بھی ڈیسک بجا کر فارغ ہو جاتے ہیں اس لئے وہ حکومت کے زرخرید ہیں انہوں نے لوگوں کے ملاؤں پہ اعتماد کے ووٹ کو بیچا ہے 200 کروڑ میں۔ جو بکے ہوئے ہوں وہ غلام ہوتے ہیں اور غلام کون ہوتا ہے۔ مالک کو پوچھنے والا۔ جو مزاج یار میں آئے......

یہ حال صرف پاکستان ہی میں نہیں ہے سب مسلمان ممالک ہی مردہ دل بے ضمیر اور بزدل ہو چکے ہیں۔ کفار سے اس درجہ مرعوب ہیں کہ اللہ سے زیادہ امریکہ کی خوشنودی عزیز ہے۔ اگر 52 ریاستوں کا United State ہو سکتا ہے تو 56 اسلامی ریاستوں کا United Ummah کیوں نہیں ہو سکتا۔ کفار کا حملہ ایک مسلمان ملک پہ ہو تو ہر مسلمان ریاست پہ جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ یہاں زبانی مذمت پوچھ کر کی جاتی ہے۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ جہاد کے نام کو نصاب سے مٹانے کے لئے پورے کا پورا اسلام خارج از نصاب کرنے پہ برسرپیکار ہیں باقی ہم سے بھی دس قدم پیچھے ہیں۔ بڑے بڑے برقعوں میں پارسائیاں سمیٹے پھر رہے ہیں کہ کہیں ہمارے ہاتھ سے اقتدار نہ جاتا رہے۔ لب کھولنے کی بھی جسارت نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ان کی بھی "اپائنٹنگ اتھارٹی" کوئی اور ہے۔

یہ جان اس وقت کی گواہ ہے جب مولانا محمد اکرم اعوان کو مہر نبوت والا علم تھما کر "فقیر" سے "امیر" بنا دیا گیا اور حکم ہوا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا وقت آ گیا ہے مہر نبوت والا یہ پرچم پوری دنیا پہ لہرا دو۔ حجروں سے نکل آؤ اور زمین پہ پھیل جاؤ اور ظلم کی ظلمت کا پردہ چاک کر دو۔ ان کی بھی "اپائنٹنگ اتھارٹی کوئی اور ہے"

> مالک! ہمیں یوں بے آسرا نہ چھوڑ' بے یارومددگار نہ کر۔ تو چاہے تو فرشتے آج بھی اتر سکتے ہیں قطار اندر قطار' ہم بندہ صحرائی کو تو نہ پا سکے تو اس مردکوہستانی کو تو اپنے حکم سے آزاد کر دے۔

اور یہی اس دل کو تسلی ہے کہ ہر جماعت کو چلانے والے میرے آپ کے جیسے لوگ ہیں جو صرف حدنظر تک دیکھ سکتے ہیں لیکن جماعت صوفیا کی یہ تنظیم الاخوان اس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ سیاسی کارکنوں کی محتاج نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کرنے والوں نے صدیوں کے فاصلے طے کر کے الگ رکھ دیئے ہیں۔ زمانی ومکانی قید اٹھا دی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ زیر زمین چشمے کی طرح ہے جب پھوٹتا ہے تو ایک عالم کو سیراب کر دیتا ہے۔ اور پھر زیر زمین چلا جاتا ہے کسی اور وقت میں پھوٹنے کے لئے"۔

رنج تو اس بات کا ہے کہ جب یہ چشمہ آب حیات پھوٹ نکلا تھا تو ہم تشنہ کاموں کو سیراب کئے بنا کیوں ہم سے روٹھ گیا!! کیا پھر کسی اور وقت میں پھوٹنے کے لئے؟؟

یہ تڑپتے لاشے' یہ لٹتی عزتیں یہ مسمار بستیاں کس دن کی آس رکھیں؟

مانا کہ ؎

نہ تھی ہم میں کشش اتنی کہ تم کو یاد آتے ہم

مانا جو سلوک ہمارے ساتھ ہو رہا ہے ہم خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ مانا کہ ہمارے ایمان ہمارے اعمال کو دیکھ کر لوگ اسلام سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ ہم نے اپنا ہر جرم قبول کیا اور اب معافی کے خواستگار ہیں۔

مالک! ہمیں یوں بے آسرا نہ چھوڑ' بے یارومددگار نہ کر۔ تو چاہے تو فرشتے آج بھی اتر سکتے ہیں قطار اندر قطار' ہم بندہ صحرائی کو تو نہ پا سکے تو اس مردکوہستانی کو تو اپنے حکم سے آزاد کر دے۔ کسی صورت دادرسی فرما۔ ہم بہت مجبور ہیں بہت مقہور ہیں۔ اپنے حبیب کے صدقے خدایا!

؎ ایں کرم بار دگر کن

ہمیں صالح قیادت عطا فرما۔ ہمیں رحمانی سیاست عطا فرما۔ ہمیں اسلام کی نشاۃ ثانیہ دکھا دے ہمیں یوں بے موت نہ مار ہماری جانوں کو اپنی راہ میں قبول فرما۔ رحم کر مالک رحم.........

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک خط کا .... بصیرت افروز جواب

پروفیسر حافظ عبدلرزاق
☆ .... چکوال .... ☆

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ!

مزاج گرامی!

آپ کا گرامی نامہ پہنچا آپ علم کی اُس شاخ یا اُس شعبے سے تعلق رکھتے ہیں جو تمام شعبوں میں عظیم ترین اور مشکل ترین اور میں اس راہ سے بھی نہیں گزرا۔ کہئے کیونکر نبھے؟

آپ کا موجودہ مسئلہ یہ ہے کہ سوتے جاگتے کی کیفیت کو جس میں حقیقت کو دیکھا جا سکے کیسے حاصل کرنا ممکن ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ سوتے جاگتے کی کیفیت کیا ہے؟

اس پر دو سوال میرے ذہن میں ابھرتے ہیں اول یہ کہ حقیقت کیا شے ہے اور اس کا ہماری زندگی سے کیا تعلق ہے؟

دوسرا یہ کہ سوتے جاگتے کی کیفیت کا ہماری زندگی سے کیا تعلق ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ ہماری زندگی کا تعلق تو بیداری میں حقیقت کو دیکھنے سے ہے جس دیکھنے کے بعد زندگی کو اس حقیقت سے ہم آہنگ کرنیکی ضرورت ہے۔

آیئے دیکھیں کہ حقیقت کیا ہے تو اس کے جواب کی دو صورتیں ذہن میں آتی ہیں اول بدیہی حقیقت جس کو ہر ذی ہوش آدمی جانتا ہے۔ دوم گہری حقیقت۔

بدیہی حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا ایک سٹیج ہے جس پر آدمی دھڑا دھڑ آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں' اس سے بھلا کون واقف نہیں؟ اسکی گہرائی میں اتریئے تو سب سے پہلے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہاں آنا صرف جانے کی تمہید ہوتی ہے۔ جو آیا اسے لازماً جانا ہے۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ کیا یہ کھیل خود بخود کھیلا جا رہا ہے؟ جواب ملتا ہے یہ ممکن نہیں بلکہ لازماً کوئی نہایت علیم اور طاقتور ہستی یہ نظام چلا رہی ہے۔ پھر سوال ابھرتا ہے کہ اس جانے آنے کا مقصد کیا ہے؟ جب یہاں آ کے ٹھہرنا نہیں۔ یہاں سے اصل بات شروع ہوتی ہے۔ کہ اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتا ہے جو یہ کر رہا ہے۔ خوش قسمتی سے ہمارا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ اس سے پوچھا تو جواب ملا۔ **تبرک الذی بیده الملک وهو علی کل شیءٍ قدیر. خلق الموت والحیاة لیبلو کم احسن عملا**۔

یعنی وہ بابرکت ذات ہے جو اس کائنات کا مالک ہے اس نے موت وحیات کا نظام اس لئے رکھا کہ تمہارا امتحان لے کہ کون احسن طریقے سے یہاں زندگی بسر کرتا ہے تا کہ امتحان ختم ہو جائے تو وہاں لے جائے جہاں پیپر مارکنگ ہو، نتیجہ سنایا جائے اور انعام یا سزا شروع ہو جائے۔ یہ جواب ہر طرح مکمل ہے مگر پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پرچہ سوال کیا ہے؟ جواب ملتا ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون** یعنی یہ مکلف مخلوق جن اور انسان میں نے صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کئے ہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا بیداری میں ہر وقت سامنے ہونا ضروری ہے کہ جس مقصد کیلئے مجھے پیدا کیا گیا ہے کیا میں وہ مقصد پورا کر رہا ہوں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی ہر وقت عبادت ہی کرتا رہے اور کوئی کام نہ کرے۔ یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے عبادت کا مفہوم سمجھا ہی نہیں خود فرض کر لیا کہ نماز روزہ حج زکوۃ عبادت ہے اور بس۔ حالانکہ عبادت کا مفہوم ہے ''عبد شدن'' اور غلام وہ ہوتا ہے جس کی اپنی خواہش اپنی پسند اپنا ارادہ اپنی مرضی کچھ بھی نہیں وہ مالک کے اشاروں پر چلتا ہے اس لئے زندگی کا ہر کام مالک کی ہدایات کے مطابق کرنا عبادت ہے۔ یعنی سونا جاگنا' اٹھنا' بیٹھنا' چلنا' پھرنا' بولنا' کھانا' پینا' کمانا' خرچ' کرنا' دوستی' دشمنی غرض زندگی کا ہر عمل مالک کی ہدایت کے مطابق کیا جائے وہ عبادت بن جاتا ہے۔

اب یہ حقیقت کھلی کہ پوری زندگی کا ہر

لمحہ مالک کی ہدایت کے مطابق گزارنا عبادت ہے اور انسان معرفت الٰہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ذہن وقلب کی پوری بیداری کے ساتھ یہ حقیقت ہر وقت سامنے ہو۔ انسان جب کوئی حرکت کرنے لگے یہ خیال زندہ موجود ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ سونے جاگنے کی کیفیت بے معنی چیز ہے۔

اب ذرا سروے کریں کہ آج انسانوں کے جم غفیر میں کتنے ایسے انسان مل سکیں گے جو ہر وقت نہیں بلکہ زندگی میں کبھی کبھار یہ سوچنے کی زحمت گوارا کرتے ہوں کہ مجھے کس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر کتنے ملیں گے جو اس مقصد کی تلاش کی فکر کریں پھر کتنے ہونگے جنکو مقصد معلوم ہو جائے تو اس کے کرنے کا پختہ ارادہ کر لیں۔ پھر کتنے ملیں گے جو اپنی روزمرہ زندگی کا اس نگاہ سے مطالعہ کرنے کی کوشش کریں کہ ہمارے کھانے پینے سونے تک کے معاملات میں یہ فکر کس حد تک شامل ہے۔

آج کے انسان کو تو انسان کہنا بہت بڑی جہالت ہے اسکو حیوان ڈنگر ڈھور بلکہ کتا اور گدھا بھی کہنا دراصل کتے کی توہین ہے کیونکہ کتا جس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ پورا کر رہا ہے۔ بھونکنا، راکھی کرنا یا شکار کرنا۔ اور آج کے انسان کو یہ خبر تک نہیں کہ میں کیوں پیدا کیا گیا ہوں!

اور یہ نگاہ اور یہ کیفیت صرف ذکر الٰہی سے پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ خالق نے اعلان کر رکھا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی کان کھول کے سن لو کہ اطمینان قلب صرف ذکر الٰہی سے ہوتا ہے جب انسان کی ساری فکر اس میں صرف ہونے لگے کہ جس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ کہاں تک پورا کر رہا ہوں۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ کیفیت پیدا کرنے کی کوشش میں عمر صرف ہو جائے تو گھاٹے کا سودا نہیں۔ پھر یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہئے کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر ڈنگروں اور ڈھوروں کی سطح سے بھی کیوں گر گیا ہے۔ تو اسکی وجہ خالق نے بتا دی۔ یعنی انسانوں اور جنوں میں سے گویا اکثر تعداد میں جہنم کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ ان کو دیئے جانے والے دل سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، انہیں آنکھیں دیں ان سے حقیقت کو دیکھنے کا کام نہیں لیتے، انہیں کان دیئے ان سے سننے کا کام نہیں لیتے وہ گویا انسانی شکل میں ڈنگر ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ تو گویا اصل وجہ انکی یہ حرکت ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کی نہ قدر کی نہ ان کا شکر ادا کیا۔

آنکھیں دیکھتی ہیں۔ کان سنتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دل ان چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے اور انسان دل کی کوئی بات ٹھکرا نہیں سکتا۔

پھر یہ جو امتحان گاہ میں انسان کو بٹھا دیا گیا ہے تو اسکی حقیقت بھی بتا دی کہ

ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئیک کان عنہ مسئولا. یعنی پیپر مارکنگ کے وقت یہی تو دیکھا جائے گا کہ کان آنکھیں کیسے استعمال کیں اور اسکے نتیجے میں دل میں کس کی محبت کو بسایا۔

آج کے انسان نے تو خوب تیاری کر لی ہے۔ آنکھیں سینما اور ٹی وی دیکھنے میں استعمال کیں کوئی پروگرام مس نہیں کیا۔ نیلو۔ نشو، نور، نرما، نرگس، ریما کو جی بھر کے دیکھا اور دل میں بٹھا لیا۔

کانوں سے گانے سنے ملکہ ترنم، لتا منگیشتر کو سنا، طاہرہ سید کو سنا، چھوٹے اور بڑے غلام علی خاں کو سنا انہوں نے تو کمال کر دکھایا۔ آب زم زم کو "ناپاک" پیالے میں ڈال کر پلایا۔ اور ان نعمتوں کا شکر کیسے ادا کرتے، میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقتیں کھلی آنکھ سے عالم بیداری میں ہر وقت دیکھنے کی ضرورت ہے مگر یہ ساری باتیں انتہا پسندی کی ہیں اور ہم ہوئے ابتدا پسند۔ نجھے کیونکر! آپ جانتے ہیں ناں کہ ابتدا پسند وہ ہوتا ہے جو ایسے خاندان میں پیدا ہو جس میں بچوں کا ختنہ کرانے کا رواج ہو۔ اور پڑا ہو کہ یہ تسلی کر لے کہ مردم شماری کے کاغذات میں اسکے نام کے سامنے لفظ مسلمان لکھا ہوا ہے۔ بس مذہب سے اتنا تعلق کافی ہے اس سے آگے ایک قدم اٹھانا بھی گویا انتہا پسندی کی حدود میں داخل ہو جانا ہے۔ رہی آخرت کی رسوائی کی بات تو اس کا انتظام کر لیا گیا ہے۔

دلیری سکھاتے ہیں مجھ کو یہ کہہ کر
جہنم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے

☆☆☆☆☆☆☆

ڈیپریشن کا علاج (بذریعہ تہجد و سحر خیزی)

علاج بالتہجد ایک نفسیاتی طریقہ علاج ہے جس کی تعلیمات قرآن سے ماخوذ ہیں۔ اور بحیثیت تقابل یہ مغربی طریقہ علاج کو پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتا یہ مذہبی طریقہ علاج جو احادیث نبوی اور آیات قرآنی سے مستعار لیا گیا ہے واقعتہً بہت سی دوسری نفسیاتی اور غیر نفسیاتی تکالیف کا منہ توڑ جواب ہے۔

تحریر۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف چوہدری

مشاہدے اور تجربات سے یہ بات اظہر من الشمس ہوکر سامنے آئی ہے کہ پژمردہ اور زبوں حال مریضوں کے لئے ''محرومی نیند'' ایک موثر طریقہ علاج ہے۔ بطور خاص وقت طلب مریض جن کے جسموں میں اندرونی پیدا شدہ مسائل بھی تھے، رات کی آخری گھڑیوں میں ''جزوی معزولی نیند'' یا ''خواب سے وقتی موقوفیت'' سے بیحد متاثر ہوئے ہیں۔

نفسیاتی اور دماغی علاج کے ممتاز اور زرگ ماہرین نے محرومی استراحت کے یپریشن مخالف اثرات اور اس کے ساتھ مربوط باتیاتی حقائق کے متعلق تحریری ثبوت بھی فراہم ے ہیں اس بات کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ماہ رضان کے دوران مسلمانوں میں ڈیپریشن کی ماری نسبتاً کم پائی جاتی ہے۔ اس کی دلیل ماہ مضان کے دوران ایسے مریضوں کی تعداد میں مایاں تخفیف ہے اس مشاہدے سے اس ظریے کو تقویت ملتی ہیں کہ سحری کے لئے اٹھنے سے نیند میں جو عارضی تعطل پیدا ہوتا ہے وہ سحر خیزی کے ساتھ منسلک مخصوص مصروفیات مثلاً تہجد اور دوسری عبادات کے ساتھ مل کر ڈیپریشن میں کمی کا موجب ہوسکتا ہے۔ اسی مشاہدے کی بنیاد پر یہ نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ سحر خیزی (مع تہجد اور دیگر عبادات واذکار) ایسے امراض کے لئے ایک موثر طریقہ علاج ہے جو ڈیپریسن کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔

منہج علاج:۔ مندرجہ بالا نظریے کی عملی تصدیق کے لئے علامہ اقبال میڈیکل کالج، سروسز ہسپتال لاہور کے شعبہ علاج نفسیاتی ودماغی امراض میں ایک مطالعاتی پروگرام وضع کیا گیا۔ یہ تجرباتی پروگرام تقریباً آٹھ نو ماہ (جنوری ۱۹۸۵ تا ستمبر ۱۹۸۵) جاری رہا۔

مریضوں کو ملی جلی دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پہلی کو 'علاج بالتہجد جماعت' (مطالعاتی جماعت) قرار دیا گیا اور دوسری کو 'جزوی محرومی خواب جماعت' (نگران جماعت) کا نام دیا گیا مریضوں کی کل تعداد چونسٹھ (۶۴) تھی اور دونوں جماعتوں کے ارکان کو عمر، جنس، تعلیم اور معاشرتی رتبے کی مناسبت سے گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر جماعت میں مریضوں کی مجموعی تعداد بتیس ۳۲ تھی۔ جن میں بیس مرد اور بارہ عورتیں شامل تھیں۔

یہ ڈیپریشن کے ایسے وقت طلب مریض تھے جو عرصہ دراز تک مختلف دوائیاں بغیر کسی استفادے کے استعمال کر چکے تھے۔ تجربے کے دوران تمام مریضوں کی دوائیاں بند کروا دی گئیں دونوں گروپوں کے لئے سحر خیزی (۲ تا ۴ بجے) لازمی قرار دی گئی۔

مطالعاتی جماعت کو مصروفیت کے طور پر ذکر وفکر، تہجد اور مندرجہ ذیل آیات قرآنی کا سو سو دفعہ ورد کرنے کی ہدایت کی گئی۔

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب

خوب سُن لو کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ (الرعد۔۲۸)

واذا مرضتُ فھو یشفین (الشعراء۔۸۰)

اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

مریضوں کو ہدایت کی گئی کہ اس دوران نرم دلی کے ساتھ ان اذکار پر توجہ مرکوز کریں اور دلی آمادگی اور پوری سنجیدگی کے ساتھ خدا کی قربت کو محسوس کرنے کی کوشش کریں۔

نگران جماعت یا کنٹرول گروپ کے لئے بھی دو گھنٹے کے لئے جاگتے رہنا ضروری تھا' اور انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ وہ یہ وقت فارغ بیٹھنے کی بجائے گھر کے چھوٹے موٹے کاموں اور پڑھائی جیسی روزمرہ مصروفیات میں صرف کریں۔

دوران علاج مریضوں کی جانچ، قبل از علاج کیفیت کے ساتھ موازنے کے طور پر کی گئی یہ جانچ ہفتے میں دو بار ہوتی رہی اور علاج شروع ہونے کے چار ہفتے بعد بھی مریضوں کو Hamiltion Depression Scale_____' پر موضوعی اور معروضی دونوں سطحوں پر جانچا گیا۔ حتمی رپورٹ کی بنیاد' معالجین (دماغی ونفسیاتی) کے مریض کے ساتھ انٹرویو اور مریض کے ڈیپریشن کی شدت کی پیمائش کو بنایا گیا۔ حتمی نتائج میں یہ نوٹ کیا گیا کہ مطالعاتی جماعت کے ڈیپریشن میں نگران جماعت کی نسبت معتد بہ کمی ہوئی۔ حتمی نتائج کی تفصیل وتوضیح درج ذیل ہے۔

۴ ہفتے علاج کے بعد	صحت یاب	غیر متاثر	کل
مطالعاتی جماعت	۲۵	۷	۳۲
نگران جماعت	۵	۲۷	۳۲
کل	۳۰	۳۴	۶۴

آیئے مطالعاتی جماعت پر ایک نظر ڈالیں۔ ۳۲ مریضوں میں سے ۲۵ یعنی ۷۸ فیصد (۱۵ مرد اور ۱۰ عورتوں) نے اپنی بیماری سے نجات حاصل کی جبکہ ۷ مریض یعنی ۲۱ء۹ فیصد (۵ مرد اور ۲ عورتیں) کوئی بھی مثبت نتیجہ برامد نہ کر سکے۔

دوسری طرف نگران جماعت میں ۳۲ میں سے صرف پانچ مریض بیماری سے نجات حاصل کر پائے۔ جبکہ ۲۷ مریض یعنی ۸۴ء۳ فیصد (۱۶ مرد اور ۱۱ عورتیں) کوئی بھی مثبت نتیجہ دکھانے میں ناکام رہے۔ یہ نتائج (اعداد وشمار) اہم ہونے کے ساتھ ساتھ زیر بحث مفروضے (Hypothesis) کو ثابت بھی کرتے ہیں یعنی مطالعاتی جماعت جس کے ارکان دلجمعی سے ذکر الٰہی، تہجد اور تلاوت آیات کرتے رہے مثبت نتائج دکھانے میں کامیاب رہے۔ نگران جماعت کے ارکان جو صرف جاگتے رہے اور گھریلو کام کاج میں مصروف رہے بہتر نتائج نہ دکھا سکے۔

صلوٰۃ تہجد ایک مسلمان کے لئے دینی اہمیت کی حامل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت قرآنی باور کروا رہی ہے۔

ومن اللیل فتھجد بہٖ نافلۃً لک

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد بھی پڑھ لیا کیجئے (جو) آپ کے حق میں زائد چیز ہے۔

یہ مومنوں کے لئے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور اس پر عمل بحیثیت' علاج برائے پژمردگان ''بشرطیکہ دلجمعی، لگن اور عقیدت ومحبت سے کیا جائے تو یقیناً خوش آئند ہوگا اور بیماری کے مضر اثرات کم کرتے کرتے زندگی پر خوش گوار اثرات مرتب کرے گا۔ کیونکہ یہ حضرات ذکر الٰہی سے اندرونی چین اور اطمینان قلب حاصل کر لیتے ہیں۔

قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت سرچشمہ صحت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

وننزل من القرآن ماھوا شفاءٌ ورحمتہٌ للمومنینَ اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں۔ (بنی اسرائیل۔ ۸۲) اور ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ اتارا اور حق ہی لئے اتارا (بنی اسرائیل ۱۰۵)

یہاں یہ بات خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ مسلمانوں کا ایمان بلکہ یقین ہے کہ ہر مصیبت من جانب اللہ ہی ہے اور جب بھی ہم صدق قلب اور خلوص نیت سے غلطیوں کا اعتراف کر کے معافی کے طالب ہوں گے اور مکمل صحت یابی کے لئے دعا کریں گے تو وہ (اللہ) یقیناً مغفرت بھی کرے گا۔ اور اپنی رحمت سے ہماری مشکلات ومصائب کو دور بھی کر دے گا۔

علاج بالتھجد ایک نفسیاتی طریقہ علاج ہے جس کی تعلیمات قرآن سے ماخوذ ہیں۔ اور بحیثیت تقابل یہ مغربی طریقہ علاج کو پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتا......... ایک مسلمان کا یہ یقین کامل کہ وہ صرف اسی (اللہ) کا ایک ادنیٰ غلام ہے اور زندگی اور موت صرف اسی کے قبضہ قدرت میں ہے' اسے زندگی کے گوناگوں ہنگاموں میں بہت سے مسائل سے یکسر نجات دے دیتا ہے۔

یہ مذہبی طریقہ علاج جو احادیث نبویؐ اور آیات قرآنی سے مستعار لیا گیا ہے' واقعتہً بہت سی دوسری نفسیاتی اور غیر نفسیاتی تکالیف کا منہ توڑ

جواب ہے۔ دیکھیے مندرجہ بالا آیات قرآنی)
حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی بیماری لاعلاج نہیں ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث نبویؐ سے ثابت ہے

لکلَ داءٍ دواءٌ

اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کے لئے شفا عطا فرمائی ہے
بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جن کا علاج ابھی تک دریافت نہیں ہوا ہے یعنی سرطان اور ایڈز (Aids) وغیرہ ...... لیکن مندرجہ بالا حدیث کے آئینے میں یہ بات سو فیصد وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ یہ بیماریاں بھی

> **ایک مسلمان کا یہ یقین کامل کہ وہ صرف اسی (اللہ) کا ایک ادنیٰ غلام ہے اور زندگی اور موت صرف اسی کے قبضہ قدرت میں ہے**

لاعلاج نہیں ہیں۔ لہذا نفسیاتی بیماریوں کا بہترین علاج ''سکونِ قلب'' ہی میں مضمر ہے جو ذکر الٰہی اور نماز کے ذریعے ہی ممکن ہے تاکہ روحانی اور نفسیاتی صفائی و پاکیزگی کا موجب بنے۔ درحقیقت ہم کسی بھی بیماری کی احتیاط اور روک تھام کے لئے اسلام کے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہ کر سرخرو ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیات قرآنی احادیث نبویؐ اور سنت نبویؐ سے ثابت ہے۔ ☆☆☆☆☆

اے اللہ!

ہمیں جذبہ جہاد اور
جذبہ شہادت عطا فرما

U.K گارمنٹس (انٹرنیشنل)

ایکسپورٹرز اینڈ
مینوفیکچررز
آف ہوزری
گارمنٹس

گارمنٹس اور بہترین ہوزری مصنوعات یورپ اور امریکہ کو ایکسپورٹ کی جاتی ہیں

برائے رابطہ:- پُل کوریاں سمندری روڈ
فیصل آباد فون نمبر۔ 665971